لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

زبان وادب کی تدریس

زبان سیکھنے میں دو ذریعے بہت اہم ہیں: ایک سننا اور دوسرا اس کا استعمال کرنا، بچہ اپنے ماں باپ کو بولتے ہوئے سنتا ہے اور ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ وہ بعینہ اپنے ماں باپ کی طرح بولنے لگتا ہے، اگر کسی کی سننے کی صلاحیت ناقص ہے تو مشاہدہ ہے کہ اس کے نطق اور گویائی پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، دوسرا جزو استعمال ہے، استعمال سے الفاظ، اصطلاحات اور محاورات کو صحیح موقع پر استعمال کرنے کی قدرت ہوتی ہے، صرف سننے اور پڑھنے پر اعتماد کرنے سے اور اس کے محل استعمال کو نہ جاننے کی وجہ سے انسان بڑی بھونڈی غلطیاں کرتا ہے، لہٰذا سننا اور اس کے صحیح استعمال کا جاننا یہی دونوں چیزیں زبان اور تعبیر وانشاء کی جان ہیں۔

زبان کی تدریس کے ابتدائی مرحلہ میں یہ ہونا چاہیے کہ استاذ طالب علم پر محنت کرے، اس کے بعد کے مرحلہ میں استاذ کو چاہیے کہ وہ طالب علم سے محنت کرائے، آج کل تدریس کا طریقہ القائی ہوگیا ہے، جس میں ساری محنت استاذ کی ہوتی ہے اور طالب علم کا کام صرف سننا ہوتا ہے، جس سے اس کی صلاحیتیں ٹھٹھر جاتی ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سالانہ زرتعاون -/250

۱۰ر مئی ۲۰۱۳ء

فی شمارہ =/12₹

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۵۰ — ۱۰ر مئی ۲۰۱۳ء مطابق ۲۸ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ — شمارہ نمبر ۱۳

اس شمارے میں

شعروادب		
ٹھوکریں کھا کے ہر اک سمت سے ہم آئے ہیں	کلیم احمد عاجز	۲
اداریہ		
خسارہ کا سودا	شمس الحق ندوی	۳
عقیدۂ توحید		
دین حق اور علمائے ربانی......	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۵
تحدیث نعمت		
رپورٹ ناظم ندوۃ العلماء	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۹
نوربصیرت		
اسلام سے بیزاری کیوں؟	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی	۱۳
آداب زندگی		
ہماری عائلی مشکلات اوران کے اسباب	تحریر: ڈاکٹر مصطفی سباعی	۱۵
نبوت وولایت		
معجزات وکرامات	مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی	۲۰
دینی مکاتب		
اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو......	حافظ ہارون رشید صدیقی	۲۳
احوال وکوائف		
شام کی تازہ صورت حال	مولانا سید عنایت اللہ ندوی	۲۵
فقہ وفتاویٰ		
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۳۰
خبرونظر		
عالم اسلام	جاوید اختر ندوی	۳۱

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا خالد ندوی غازی پوری
- نعیم الرحمن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250	فی شمارہ -/12	ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -50$ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر =/30₹ جوڑ کر چیک دیں۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اعلیٰ ترین معیاری کوالٹی اور قابل اعتماد دوائیں

کارڈیو کیور

امراض قلب کے لئے نایاب تحفہ

ڈرما کیور

خون صاف کرنے اور جلدی امراض کی بہترین دوا

- خون کی گرمی اور خشکی کو کم کرتی ہے۔
- چہرے کو نکھار کر اس میں رونق اور جاذبیت پیدا کرتی ہے۔
- جسم کو تازگی دے کر ہلکا پھلکا اور چست رکھتی ہے۔
- کیل مہاسے، پھوڑے پھنسی، گرمی، لال اور سفید دانے، چہرے کی جھائیاں، اور دھبے جیسی بیماریوں میں فوراً راحت پہنچاتی ہے۔

کف کیور

نزلہ زکام اور کھانسی کے لئے

- سردی، نزلہ، زکام اور دمہ وغیرہ میں مفید ہے۔
- گلے کی خراش، گلے کا درد، آواز بیٹھ جانا، ناک اور سانس کی نالی کے ورم کو دور کرتا ہے۔

انزی کیور

ڈائجیسٹیو انزائم

- پیٹ میں بھاری پن
- قبض، گیس بننا
- کھٹی ڈکار آنا
- اپھارہ، جلن
- کھانے کے بعد متلی، قے
- بھوک نہ لگنا
- ضعف اشتہاء
- ذہنی یکسوئی کا مفقود ہونا
- جسمانی کمزوری میں بیحد مفید ہے۔

ماسٹر مائنڈ

- قوت حافظہ بڑھاتا اور ذہن ودماغ میں یکسوئی لاتا ہے۔
- سوچنے وسمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ کرتا ہے۔

Director & Charmaine: Hkm/Dr Molana Mohd. Qamaruzzaman Nadvi

CURE HERBAL REMEDIES

کیور ہربل ریمیڈیز

An ISO 9001 : 2008 & GMP Certified Co.

CURE HERBAL REMEDIES

Mirzapur Pole 24712, Saharanpur (U.P.) India

Phone: +91-132-2774444, 9927658021

کیور ہربل ریمیڈیز

مرزاپور پول ۲۴۷۱۲۱، ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

Email: cureherbal10@gmail.com

شعروادب

ٹھوکریں کھا کے ہراک سمت سے ہم آئے ہیں

کلیم احمد عاجز

زخم کھائے ہوئے سر تا بہ قدم آئے ہیں
ہانپتے کانپتے یا شاہِ امم آئے ہیں

سرنگوں آئے ہیں با دیدۂ نم آئے ہیں
آبرو باختہ دل سوختہ ہم آئے ہیں

کھو کے بازار میں سب اپنا بھرم آئے ہیں
شرم کہتے ہوئے آتی ہے کہ ہم آئے ہیں

آپ کے سامنے جس حال سے ہم آئے ہیں
ایسے مجرم کسی دربار میں کم آئے ہیں

شرق سے غرب کہیں کوئی ٹھکانہ نہ ملا
ٹھوکریں کھا کے ہراک سمت سے ہم آئے ہیں

گرچہ بے سوز ہیں بے ساختہ بے ساماں ہیں
پھر بھی خالی نہیں سرکار میں ہم آئے ہیں

بیت مقدس کے غریب الوطنوں کا لے کر
جگر سوختہ و دیدۂ نم آئے ہیں

مختصر یہ ہے کہ اس سینہ سوزاں میں لیے
وقت کا سب سے دہکتا ہوا غم آئے ہیں

یہ غم ایسا ہے کہ پھر غم نہ کوئی یاد رہا
یوں تو ہر دور میں رنج آئے ہیں غم آئے ہیں

آپ کے سایۂ دامن سے جو ہم دور ہوئے
ٹوٹ کر چار طرف اہل ستم آئے ہیں

☆☆☆☆☆

اداریہ

خسارہ کا سودا

شمس الحق ندوی

وقتی اور ظاہری ترقی اور نقد فائدہ سے دھوکہ کھانا، اس کے نتائج واثرات پر غور نہ کرنا، آنکھیں بند کر کے اس کو حاصل زندگی سمجھنا اکثر دین وایمان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے، کچھ ایسے ہی تجربات ومشاہدات کے سبب اکبر مرحوم نے بہت پہلے کہا تھا ؎

ترقی کی نئی راہیں جو زیر آسماں نکلیں
میاں مسجد سے نکلے اور حرم سے بیویاں نکلیں

ایسے لوگ جن کے سامنے دنیا کی لذتیں اور مزے ہی ہوتے ہیں، اور جو بینک کے بڑے بڑے کھاتوں، اونچے اونچے عہدوں، اونچی اونچی کوٹھیوں، نام ونمود، شہرت واعزاز ہی کو زندگی کی کامیابی اور حاصل زندگی سمجھتے ہیں، وہ بڑے دھوکے میں ہیں، یہ تو ان لوگوں کی زندگی کے رنگ ڈھنگ ہیں جن کے سامنے اس فانی زندگی کے بعد آنے والی اور ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کا تصور وخیال نہیں، وہ قرآن کریم کی زبان میں کہتے ہیں:

"نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ" [مومنون/۳۷] (زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے جیتے ہیں اور ہم پھر نہیں اٹھائے جائیں گے)۔

قرآن کریم ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہتا ہے: "تَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ، وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ" [مرسلات/۴۶] (اے جھٹلانے والو!) تم کسی قدر کھالو اور فائدے اٹھالو، بے شک تم گنہ گار ہو، اس دن (قیامت) کے جھٹلانے والوں کی خرابی ہے)۔

ایسے منکرین اور ہدایت ربانی کے باغیوں اور اس کا مذاق اڑانے والوں کے بارے میں قرآن کریم بڑی وضاحت کے ساتھ کہتا ہے: "مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ، أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ، وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ"۔ [ھود/۱۵] (جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ ان کو دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں کسی کی حق تلفی نہیں کی جاتی، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں (آتش جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں جو عمل انھوں نے دنیا میں کیے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع)۔

اس وقت دنیا میں جو اودھم مچا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے نہ بے خبر ہے اور نہ مجبور وبے اختیار، چونکہ وہ حلیم ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کی طرح نہیں کہ غیظ وغضب میں فوراً مجرم کے جرم کا مزہ چکھادے، بلکہ اپنے لطف وکرم اور قادر مطلق ہونے کی وجہ سے مہلت دیتا ہے، ڈھیل دیتا ہے اتنی کہ نہ سنبھلنے والے پر حجت تمام ہو جائے تب اس کی شان جلالی کا ظہور ہو اور ان کو ملیامیٹ کر کے رکھ دے، جس کے دل دہلا دینے والے واقعات قرآن کریم نے بہت کھول کر بیان کیے ہیں اور اب بھی وقفہ وقفہ سے علاقائی اور انفرادی طور پر اس کے نمونے سامنے آتے رہتے ہیں، لہٰذا وہ اپنے مومن بندوں کو اطمینان دلاتا ہے کہ اس ڈھیل سے دھوکہ مت کھاؤ، ارشاد ہے: "وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ، إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ"۔ [ابراہیم/۴۲] (اور مومنو! مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں خدا ان سے بے خبر ہے، وہ ان کو مہلت دے رہا ہے جبکہ (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی رہ جائیں گی)۔

اگر اللہ تعالیٰ دنیا کے حکام وبادشاہوں کی طرح فوری سزا دیتا تو دنیا میں کوئی چوپایہ تک نہ باقی رہتا، چنانچہ فرماتا ہے: "وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ"۔ [نحل/۶۰] (اور اگر خدا لوگوں کو ان کے ظلم کے سبب پکڑنے لگے تو ایک بھی جاندار کو زمین پر نہ چھوڑے لیکن ان کو ایک مدت تک مہلت دیے جاتا ہے)۔

بالکل اسی طرح جس طرح فرعون وہامان، قوم عاد وثمود اور دیگر قوموں کو مہلت دی اور انھوں نے اللہ کے بندوں پر خوب مظالم ڈھائے انبیاء کرامؑ کا مذاق اڑایا، ان کو طرح طرح سے زچ کیا، جملے کسے، مارا اور ستایا، لیکن جب ڈھیل کی مدت، حجت تمام کرنے کے لیے پوری ہوگئی تو بہت خوفناک انداز سے تباہ وبرباد کیا، کسی کو دریا میں ڈبویا، کسی کو طوفان اور موسلا دھار بارش وسیلاب بلاخیز سے ہلاک کر کے دکھادیا، کسی پر پتھر برسائے اور پوری بستی کو پلٹ کر جھیل بنادیا جس کے نشانات اب تک قائم ہیں۔

لیکن نبی آخرالزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جو پوری دنیا کے لیے اور قیامت تک کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں، ان کی امت دعوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اس امت کے سرکشوں، منکروں اور باغیوں کو پچھلی قوموں کی طرح بالکلیہ نہیں تباہ کرے گا جس طرح دوسری قومیں تباہ کی گئی ہیں، لیکن ان کو ہوشیار و متنبہ کرنے کے لیے علاقائی طور پر تباہ کی گئی ان قوموں پر عذاب کے نمونے دکھاتا رہے گا، کبھی زلزلے کی شکل میں، کبھی سیلاب اور سمندری طوفان کی شکل میں، کبھی اولہ باری کی شکل میں، جن کی تباہ کاریوں کی خبریں برابر آتی رہتی ہیں۔

لیکن جن قوموں نے عناد و سرکشی اور کفران نعمت کے سبب اپنے دلوں کو مردہ کرلیا ہے، اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سیل کردیا، کان بہرے کر دیے گئے، وہ اندھے ہوگئے ہیں، ان پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، وہ اپنی ہی روش پر چلتے رہتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے:

"خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ".[بقرہ/۷] (خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے)۔

دوسری جگہ قرآن کریم ان کی تصویر اس طرح پیش کرتا ہے: "صُمٌّ، بُكْمٌ، عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ".[بقرہ/۱۸] (یہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں (کسی طرح سیدھے راستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کے بارے میں ان کا علم صفر ہے، جس کو قرآن کریم اس طرح ادا کرتا ہے:

"بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ".[نمل/۶۶] (بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم منتہی ہوچکا ہے)۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک بندۂ مومن جو قرآن کریم کی پہلی ہی آیت: "ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ".[بقرہ/۲] (یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ کلام خدا ہے، خدا سے) ڈرنے والوں کی رہنما) کو پڑھتا ہے اور اس پر ایمان و یقین رکھتا ہے۔

وہ ان خدا بیزار بلکہ اس کی ذات عالی کا مذاق اڑانے والی قوموں کی خوش حالی، عیش و آرام اور بے لگام زندگی کو دیکھ کر اس کی طرف اپنے دینی اصول و احکام، اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار، مخلوق خدا پر رحمت کے انمٹ نقوش کے ہوتے ہوئے بھی یہ کہہ کر ان کی طرف بڑھے اور ان کی نقل کرے کہ ہم اس کے بغیر ترقی نہیں کرسکتے، وہ ترقی جس کے بارے میں وہ مالک بہت وضاحت کے ساتھ دو، دو چار کی طرح کہہ رہا ہے کہ:

"وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا، فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْرًا".[بنی اسرائیل/۱۶] (اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (فواحش پر) مامور کردیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہوگیا اور ہم نے اسے ہلاک کر ڈالا)۔

مالک نے یہ کہا ہی نہیں ہے بلکہ اس ارشاد کے نمونے بھی اوپر ذکر کیے جاچکے ہیں اس کے بعد مسلمان دھوکہ کھائے ادھر بڑھے اور لپکے کتنی نادانی کی بات اور خسارہ کا سودا ہے، آج کتنے روشن خیال مسلمان اس دھوکے میں اپنے دین و ایمان کی پونجی سے محروم اور ان ضال و مضل قوموں کی خدائی ڈھیل و مہلت کو دیکھ کر بالکل اس طرح دھوکہ کھا رہے ہیں جس طرح پیاس کا مارا صحرا کی ریت کو دور سے پانی کی طرح چمکتے ہوئے دیکھ کہ اس کی طرف بڑھے اور جب وہاں پہونچے تو پانی کے بجائے تپتی ہوئی ریت ملے اور وہ پیاس سے دم توڑ دے قرآن کریم اس کی کتنی سچی اور آئینہ کی طرح روشن تصویر پیش کرتا ہے، جس سے ان منکر قوموں کی ناکام اور بے معنی زندگی کا نقشہ سامنے آجاتا ہے: "وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاءً حَتّٰى اِذَا جَاءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ، وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ".[سورۃ النور/۳۹] (جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال (کی مثال ایسی ہے) جیسے میدان میں ریت، کہ پیاسا اسے پانی سمجھے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے اور خدا ہی کو اپنے پاس دیکھے تو وہ اس کا حساب پورا پورا چکا دے اور خدا جلد حساب کرنے والا ہے)۔

کیا یہ واقعہ نہیں کہ موجودہ متمدن دنیا اپنی ساری ترقیوں کے باوجود دلی سکون و چین دینے سے بالکل دیوالیہ ہے، کیا کھلی آنکھوں کی چیزیں بڑھتی جارہی ہیں، لوٹ مار، قتل و غارت گری، بے حیائی اور فحش کاری ایسی کہ جانور بھی شرمائے روز بروز بڑھتی جارہی ہے، ان کھلی ہوئی تباہ کاریوں کے باوجود کیا حیرت کی بات نہیں کہ ایک مسلمان جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث اور سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں صحیفۂ شفا سے نوازا ہے وہ بھی آنکھیں بند کر کے ان چیزوں کی طرف بڑھے اور ان کے اپنانے پر فخر محسوس کرے، اس کا نتیجہ یہ سامنے آرہا ہے کہ دنیا پرستی کی دوڑ میں کتنے مسلمانوں کا حال یہ ہو رہا ہے کہ اقبال کے الفاظ میں ع

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اخلاقی زوال کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں میں غیر مسلموں کی طرح بکثرت خودکشی کے واقعات ہو رہے ہیں۔

بقیہ صفحہ۱۹؍پر)

عقیدۂ توحید — دوسری قسط

دین حق اور علمائے ربانی

شرک و بدعت کے خلاف کیوں؟

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

۳-بدعت :

کسی ایسی چیز کو جس کو اللہ و رسول نے دین میں شامل نہیں کیا ہے اور اس کا حکم نہیں دیا، دین میں شامل کرلینا اور اس کا ایک جز بنادینا، اس کو ثواب اور تقرب الی اللہ کے لیے کرنا، اور اس کی کسی خود ساختہ یا اصطلاحی شکل اور وضع کیے ہوئے شرائط و آداب کی اسی طرح پابندی کرنا جس طرح ایک شرعی حکم کی پابندی کی جاتی ہے، بدعت ہے۔

شرک و کفر (جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے) اگر مستقل دین ہیں تو بدعت مستقل شریعت ہے، اور شرک و کفر اگر اسلام کے مقابلہ میں خارج کی چیزیں ہیں تو بدعت دین الٰہی کے اندر شریعت انسانی کی تشکیل ہے، جو اندر اندر نشو و نما پاتی رہتی ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات (اگر اس کو آزادی کے ساتھ نشو و نما پانے کا موقع دیا جائے) اصل شریعت سے دوچند و سہ چند ہوجاتی ہے اور رفتہ رفتہ شریعت الٰہی کی ساری جگہ اور انسان کے سارے وقت کو گھیر لیتی ہے، اس شریعت کی فقہ الگ ہے، اس کے فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات مستقل ہیں اور بعض اوقات تعداد میں شریعت الٰہی کے احکام سے کہیں زیادہ۔

بدعت سب سے پہلے اس حقیقت کو نظر انداز کرتی ہے کہ تشریع (قانون سازی) اللہ کا حق ہے کسی چیز کو قانونی حیثیت دینا، اس کی پابندی ضروری قرار دینا، یہ منصب صرف شارع (اللہ) کا ہے، انسانی قانون سازی اسی منصب الٰہی کے خلاف بغاوت ہے، اسی لیے قانون ساز انسان کو قرآن "طاغوت" کہتا ہے۔

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾.[سورۂ نساء: ع/۹] (چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں)

"جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ بدعات، عوام اور خوش عقیدہ شائقین دین کے لیے کیسی مقناطیسی کشش رکھتی ہیں اور کس سرعت کے ساتھ رواج و مقبولیت حاصل کرلیتی ہیں، وہ ان علمائے اسلام کی ہمت و دلیری اور کامیابی کی داد دیں گے، جن کی کوششوں اور اظہار حق سے بعض بعض بدعات کا بالکل سدباب ہوگیا اور اب ان کا فقہ کی بعض کتابوں یا تمدن کی بعض تاریخوں میں ذکر آتا ہے، بعض بدعات جو باقی رہ گئیں، ان کا بدعت ہونا بھی مشتبہ نہیں رہا اور ایک جماعت ہمیشہ ان کی مخالفت کرتی رہی اور اب بھی کرتی ہے۔"

لیکن کسی چیز کو دین و شرع قرار دینا اور اس کو کسی خاص شکل اور شرائط کے ساتھ قربت خداوندی اور اجر و ثواب کا ذریعہ قرار دینا، تو اس سے بھی بڑھ کر بات ہے، یہ تو شریعت سازی ہوئی اور قرآن کہتا ہے کہ دین و شرع قرار دینا اللہ ہی کا کام ہے۔

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾[سورۂ شوریٰ: ع/۲] (تمہارے لیے دین کی وہی راہ مقرر کی، جس کا حضرت نوح کو حکم دیا تھا اور ہم نے آپ کی طرف حکم بھیجا)

اہل عرب نے جب اپنی طرف سے تحلیل و تحریم کا کام شروع کیا اور مستقل احکام جاری کیے تو قرآن نے ان پر یہی جرح کی۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾[سورۂ شوریٰ: ع/۳] (کیا ان کے کچھ شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین بنایا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا تھا)

یہ اللہ کی اجازت کے بغیر دینی قانون سازی کیا تھی؟ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

﴿وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ، سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾[سورۂ انعام: ع/۱۶] (اور انھوں نے کہا کہ یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہے، صرف وہی کھائیں گے جن کو ہم چاہیں اپنے خیال کے مطابق، اور یہ مویشی

ہیں جن کی پیٹھ پر چڑھنا منع ہے اور کچھ مویشی، جن کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے، اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اللہ ان کے اس جھوٹ کی ان کو سزا دے گا)

﴿وَقَالُوا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰى أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاءُ، سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ [سورۂ انعام: ع/۱۶] (اور انھوں نے کہا کہ ان مویشیوں کے جو کچھ پیٹ میں ہے وہ ہمارے مَردوں ہی کے کھانے کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں کے لیے حرام ہے اور اگر مُردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں، اللہ ان کو ایسی باتیں بنانے کی سزا دے گا، وہ حکمت والا اور خبردار ہے)

عرب کے ان شریعت سازوں کا یہ جرم جس کو قرآن ''افتراء'' کہتا ہے کیا تھا؟ یہی کہ انھوں نے بلا کسی آسمانی سند اور وحی کے محض اپنے اتفاق رائے اور اصطلاح سے ایک چیز کو ایک کے لیے حلال اور دوسرے کے لیے حرام کر دیا اور اس کے لیے قواعد و احکام اور اصول و ضوابط مقرر کیے جن کا کوئی آسمانی مأخذ نہ تھا، اور پھر ان کی ایسی پابندی کی اور دوسروں سے کرائی جیسی پیغمبروں کی شریعتوں اور احکام الٰہی کی ہوتی ہے کہ اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو سخت گنہگار سمجھا جائے اور ملزم و مطعون ہو۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا یہی جرم قرآن نے بیان کیا ہے:

﴿اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [سورۂ توبہ: ع/۵] (انھوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کو چھوڑ کر خدا ٹھہرالیا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتمؓ کے سامنے اس آیت کی یہی تفسیر کی کہ عیسائی علماء و مشائخ نے جس چیز کو ان کے لیے حلال یا حرام قرار دے دیا، انھوں نے بے چوں و چرا اس کو مان لیا اور ان کو مستقل شارع قرار دے دیا۔

درحقیقت تحلیل و تحریم میں اور کسی اور چیز کو بلا دلیل شرعی فرض و واجب قرار دے دینے اور کسی خاص شکل اور آداب و شرائط کے ساتھ کار ثواب اور ذریعہ تقرب الی اللہ قرار دینے میں کوئی اصولی فرق نہیں، دونوں ''شَرَعَ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ'' کے حکم میں آتے ہیں۔

بدعت، دوسری جس حقیقت کو نظر انداز کرتی ہے، یہ ہے کہ شریعت مکمل ہو چکی ہے، جس کا تعین ہونا تھا، اس کا تعین ہو گیا، ایک انسان کی نجات کے لیے جتنے اعمال ضروری ہیں، اور تقرب الی اللہ کے لیے جتنے وسائل تھے ان سب کی وضاحت کر دی گئی، اور دین کی ٹکسال بند کر دی گئی، اب جو نیا سکہ اس کی طرف منسوب کیا جائے گا، وہ جعلی ہوگا۔

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [سورۂ مائدہ: ع/۱] (میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور اسلام کو بطور دین کے تمہارے لیے پسند کیا)

تکمیل نعمت کے یہ خلاف ہے کہ دین و شریعت کا ایک بڑا حصہ مشتبہ اور غیر متعین چھوڑ دیا جائے، اور صدیوں تک مسلمان اس کی دریافت سے غافل اور اس کے ثواب سے محروم رہیں، خصوصاً خیر القرون کے وہ لوگ جو ''أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ'' کے مخاطب اول تھے اور پھر صدیوں کے بعد اس کا انکشاف اور تعین ہو۔

اس شریعت میں جو شخص بھی کوئی نیا اضافہ کرتا ہے اور کسی خارج از دین بات کو دین کا جزء قرار دیتا ہے، کسی ایسی چیز کا اہتمام کرتا ہے جس کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام نہیں کیا یا تقرب الی اللہ کے کسی نئے ذریعہ کا انکشاف کرتا ہے وہ گویا زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ دین میں یہ کمی رہ گئی تھی، اس کو اب پورا کیا جا رہا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رسالت پر بڑا الزام ہے جن کو حکم یہ تھا کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ [سورۂ مائدہ: ع/۱] (اے پیغمبر! پہنچا دو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا، اور اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا)

امام مالک علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا:

''من ابتدع فی الإسلام بدعة یراها حسنة فقد زعم أن محمدا صلی الله علیه وسلم خان الرسالة فإن الله سبحانه یقول: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا.''

(جس نے اسلام میں کوئی بدعت پیدا کی اور اس کو وہ اچھا سمجھتا ہے، وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) پیغام پہنچانے میں خیانت کی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، پس جو بات عہد رسالت میں دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی)

شریعت منزل من اللہ کی ایک خصوصیت اس کی سہولت اور اس کا ہر ایک کے لیے ہر زمانہ میں قابل عمل ہونا ہے، اللہ تعالیٰ حکیم و خبیر ہے، اس کو انسانوں کی فطری کمزوری، ان کے مصالح اور ان کے مختلف و متفاوت حالات کا پورا علم ہے، اس کے

ساتھ وہ رؤف و رحیم (بے حد مہربان و مشفق) بھی ہے، اس علم محیط اور شفقت بے پایاں کی بنا پر اس نے انسانوں کے لیے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ نہایت آسان شریعت نازل کی، احکام شریعت میں ان کی کمزوریوں، مشکلات اور کوتاہیوں کا پورا لحاظ رکھا، اور ان کی قوت، وقت اور وسعت اور زمان و مکان کا پورا لحاظ فرماتے ہوئے ان کے لیے ایک عالمگیر اور ابدی قانون مکمل فرمایا، اس کا ارشاد ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [سورۂ بقرہ: ع/۴۰] (اللہ کسی کو اس کی گنجائش سے بڑھ کر مکلّف نہیں کرتا)

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾ [سورۂ نساء: ع/۵] (اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے بار کو ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے)

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [سورۂ بقرہ: ع/۲۳] (اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے، تم پر دشواری نہیں چاہتا ہے)

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [سورۂ حج: ع/۱۰] (تم پر اللہ نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [سورۂ توبہ: ع/۱۶] (تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہاری تکلیف شاق ہے، تمہاری اس کو بڑی فکر ہے، ایمان والوں پر نہایت شفیق و مہربان ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت کے متعلق فرمایا:

''بعثت بالحنفیة السمحة.'' (مجھے نہایت سیدھے سادے آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا)

''إن هذا الدین یسر.'' (بے شک یہ دین آسان ہے)

امت کی مشقت کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ فرمایا:

''لو لا أن أشق علی أمتی لأمرتهم بالسواك عند كل صلوة.'' (اگر مجھے اپنی امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنا فرض قرار دیتا)

لیکن دین کی یہ سہولت اور خدا کی طرف سے اس بات کی ضمانت اسی وقت تک ہے، جب تک کہ اللہ شارع ہے اور شریعت اسی کی ہے لیکن جب انسان شارع بن جائے اور وہ شریعت الٰہی میں مداخلت اور اضافہ شروع کر دے تو پھر دین کی سہولت باقی نہیں رہ سکتی، نہ انسان کا علم محیط ہے، نہ وہ مختلف انسانوں کی ضروریات، مصالح اور زمان و مکان کے اختلاف کا لحاظ رکھ سکتا ہے نہ اس کو اپنے بنی نوع پر وہ شفقت ہو سکتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین خالص ہونے کی صورت میں ہر ایک کے لیے قابل عمل اور بالکل سہل ہوتا ہے، وہ ان بدعات کی آمیزشوں اور وقتاً فوقتاً اضافوں کے بعد اس قدر دشوار، پیچ دار اور طویل ہو جاتا ہے کہ اس پر پورے طور پر عمل کرنا رفتہ رفتہ ناممکن ہوتا چلا جاتا ہے، لوگوں کو گریز اور حیلہ جوئیوں کی عادت پڑ جاتی ہے، اور بہت سے لوگ ایسے مذہب کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دیتے ہیں۔

مذاہب کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ترک مذہب کی بکثرت نوبت اور الحاد و لامذہبیت کا آغاز عموماً انھیں لامتناہی بدعات کے بعد ہوا، جن کی پابندی ایک متوسط درجہ کے انسان کے لیے تقریباً ناممکن ہو گئی تھی اور آدمی ان کا پابند رہ کر کسی اور کام کا نہیں رہ سکتا تھا، قرون وسطیٰ میں بھی علم و عقل کی بغاوت کلیسا کے اسی مذہبی نظام کے خلاف تھی جس سے اصل مسیحی مذہب کو ۱/۱۰ کی نسبت بھی نہ تھی۔

یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ الٰہی دین و شریعت کی ایک خصوصیت ان کی عالمگیر یکسانی ہے یہ یکسانی زمانوں کے لحاظ سے ہے اور مکانوں کے لحاظ سے بھی، اللہ چونکہ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ہے، وہ زمان و مکان کے حدود و قیود سے بالاتر ہے، اس سے اس کی شریعت میں کامل یکسانی پائی جاتی ہے، اس کی آخری شریعت جس کی تکمیل آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکی ہے، آفتاب کی طرح سب کے لیے ایک اور زمین و آسمان کی طرح سب کے لیے یکساں ہے، اس کی شکل جو قرنِ اوّل میں تھی وہی شکل پندرہویں صدی ہجری میں بھی ہے، وہ جیسی اور جتنی مشرق والوں کے لیے ہے، ویسی ہی اور اتنی ہی مغرب والوں کے لیے بھی، جو قواعد و احکام، عبادت کے جو اشکال اور تقرب الی اللہ کی جو متعین شکلیں اہل عرب کے لیے تھیں وہی اہل ہندوستان کے لیے بھی، اسی لیے اگر دنیا کے کسی حصہ کا کوئی مسلمان باشندہ دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں چلا جائے تو اس کو فرائض اسلام کے ادا کرنے میں اور مسجد میں عبادت کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، نہ اس کے لیے کسی مقامی ہدایت نامہ اور رہبری کی ضرورت ہوگی، اس کو دینی حیثیت سے کوئی اجنبیت اور مسافرت محسوس نہیں ہوگی، علاوہ مقتدی ہونے کے وہ اگر

صاحب علم ہے تو ہر جگہ امام بن سکتا ہے، اور ہر جگہ فتویٰ دے سکتا ہے۔

لیکن بدعت کا یہ خاصہ نہیں، ان میں یکسانی اور وحدت نہیں ہوتی، ان میں زمان و مکان کا پرتو ہوتا ہے، وہ ہر جگہ کے مقامی سانچہ اور ملکی یا شہری ٹکسال سے ڈھل کر نکلتی ہیں اور خاص تاریخی و مقامی اسباب اور ماحول میں بنتی ہیں، ان کو تمام عالم اسلامی میں رواج نہیں دیا جاسکتا، نہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو ان کا علم ہونا ضروری ہے، علم ہونے کے بعد یہ ضروری نہیں کہ وہ سب ان کو قبول کرلیں، اس لیے ہندوستان کی بدعات مصر کی بدعات سے مختلف ہیں اور ایران و شام کی بدعات میں کوئی اشتراک نہیں، ملکوں سے گزر کر بعض اوقات شہر شہر کی بدعات مختلف ہوتی ہیں، ایک شہر کے مسلمانوں کو دوسرے شہر کی مخصوص بدعات کا علم نہیں ہوتا، یہ بات بڑھتے بڑھتے محلوں اور گھروں تک پہنچ سکتی ہے اور گھر گھر کا دین مختلف ہوسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام دوسری شریعتوں اور مذاہب کا عبرتناک انجام تھا، یہودیت اور عیسائیت مسخ شدہ اور محرف شکل میں موجود تھیں، اس لیے آپ نے شریعت اسلامی کو اپنی حقیقی شکل اور اصلی مقدار میں رکھنے کی پوری کوشش فرمائی، اور اس کے لیے تمام احتیاطی تدابیر اختیار کیں، آپ نے اپنے جانشینوں کو بدعت سے بچنے اور سنت کی حفاظت کی بڑی تاکید سے تلقین کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد." (جو ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں داخل نہیں تھی تو وہ بات مسترد ہے)

"إياكم والبدعة فإن كل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار." (بدعت سے ہمیشہ بچو، اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہوگی)

اور یہ حکیمانہ پیشگوئی بھی فرمائی:

"ما أحدث قوم بدعة إلا رفع بها مثلها من سنة." [اس فرمان نبوی کی اگر شرح دیکھنا ہو تو "مکتوبات امام ربانی" (مکتوب ۸۶ بہ خواجہ عبدالرحمٰن ص/ ۱۸۶ - ۱۸۷ (احمدی) ص/ ۲۵۵ مجلد طاہر لاہوری میں ملاحظہ ہو یا ان لاگوں کی عملی زندگی میں جو بدعات میں مبتلا ہیں]

(جب کچھ لوگ دین میں کوئی نئی بات پیدا کرتے ہیں تو اس کے بقدر کوئی سنت اُٹھ جاتی ہے)

آپؐ کے براہ راست جانشین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وصیت کی پوری تعمیل کی، اور بدعات کے بارے میں کسی قسم کی رواداری اور کمزوری روا نہیں رکھی، ان کے انکار بدعات کے واقعات ملاحظہ ہوں، اگر کوئی شخص بدعات کے حقیقی مفاسد، اور محافظت شریعت کی حکمت و اسرار سے واقف نہ ہو، تو ان کو تشدد اور غلو پر محمول کرے گا، لیکن اگر کوئی شخص مذاہب کی تاریخ سے واقف ہے تو وہ ان حضرات کی تفقہ اور حکمت دین کی داد دے گا کہ اگر دوسری ہی نسل میں مذہب کی شکل کی حفاظت نہ کی جاتی تو وہ باقی نہیں رہ سکتا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ائمہ وفقہائے اسلام نے اعلیٰ درجہ کے فہم دین اور ایسی عزیمت و استقامت کا ثبوت دیا جو انبیاء کرامؑ کے جانشینوں کے شایان شان ہے، انھوں نے ہمیشہ اپنے زمانہ کی بدعات کی سختی سے مخالفت کی، مبتدعین کا علمی و عملی مقاطعہ کیا، اسلام کے معاشرہ اور دینی حلقوں میں ان بدعات کو مقبول اور ان کے علمبرداروں کو وقیع اور باوقار بننے سے روکنے کی کوشش کی اور ان کو اہل علم کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے گرادیا۔

بالخصوص فقہائے حنفیہ نے جو شدید احتساب کیا اور جس باریک بینی اور نکتہ فہمی کے ساتھ اپنے زمانہ کے بعض بظاہر معمولی مبتدعانہ اعمال و رسوم کی مخالفت کی اور شریعت کی حفاظت، اور سنت و بدعات کے امتیاز کے لیے جو حکیمانہ انتظامات اور فقہی احتیاطیں کیں وہ ان کی اصول دین سے گہری واقفیت اور ان کے تفقہ کی بہترین مثالیں ہیں۔

جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ بدعات، عوام اور خوش عقیدہ شائقین دین کے لیے کیسی مقناطیسی کشش رکھتی ہیں اور کس سرعت کے ساتھ رواج و مقبولیت حاصل کرلیتی ہیں، وہ ان علمائے اسلام کی ہمت و دلیری اور کامیابی کی داد دیں گے، جن کی کوششوں اور اظہار حق سے بعض بعض بدعات کا بالکل سدباب ہوگیا اور اب ان کا فقہ کی بعض کتابوں یا تمدن کی بعض تاریخوں میں ذکر آتا ہے، بعض بدعات جو باقی رہ گئیں، ان کا بدعت ہونا بھی مشتبہ نہیں رہا اور ایک جماعت ہمیشہ ان کی مخالفت کرتی رہی اور اب بھی کرتی ہے۔

ان مخالفین بدعت اور حاملین لوائے سنت کو، اپنے زمانہ کے عوام یا خواص کالعوام سے اس طرح "جامد" اور "روایت پرست" وغیرہ کے خطابات ملے جس طرح ہر زمانہ کے مذاق عام اور رواج عام کے خلاف کہنے والوں اور کرنے والوں کو ملا کرتے ہیں؛ ﴿مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ﴾............

(جاری)

☆☆☆☆☆

تحدیث نعمت

رپورٹ ناظم ندوۃ العلماء

پیش کردہ: جلسۂ مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

منعقدہ: مورخہ ۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ مطابق ۷ر اپریل ۲۰۱۳ء بروز اتوار

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رحمة للعالمين محمد و على آله و صحبه أجمعين.

حضرات! مجلس انتظامیہ کے اس جلسہ میں آپ کی تشریف آوری کو ہم کارکنان ندوۃ العلماء کے لیے باعث تقویت سمجھتے ہوئے خوش آمدید کہتے ہیں۔

> "مسلمانوں کے جو بچے مغربی نظام تعلیم میں شروع سے چلے جاتے ہیں ان کی تعداد بہت غیر معمولی طور پر زیادہ ہے، ضرورت ہے کہ ان کے اسلامی عقیدہ کو بچانے کے لیے ان کی پرائمری تعلیم میں ضروری دینی مضامین شامل کیے جائیں جو ان کو اپنی مذہبی بنیاد سے وابستہ رہنے میں مددگار ثابت ہوں، اس کے لیے ایک تدبیر صباحی و مسائی مکاتب قائم کرنے کا کام پھیلائے جانے سے کی جاسکتی ہے، اس کا تجربہ دینی تعلیمی کونسل اترپردیش نے کیا ہے، ان کی ہمت افزائی کیساتھ ملک کے مختلف علاقوں میں کم از کم مساجد میں ایسے مکاتب قائم کیے جاسکتے ہیں جن کو وہاں کے ائمہ سنبھال سکتے ہیں، اس کی کوشش کی ضرورت ہے۔"

حضرات! تحریک ندوۃ العلماء کی جو ضرورت بانیان ندوۃ العلماء نے اپنے زمانہ میں محسوس کی تھی، آج موجودہ دور میں اس کی ضرورت مزید بڑھ گئی ہے، ملکی اور غیر ملکی حالات نے ایک طرف مسلمانوں میں اتحاد کی اہمیت کو مزید بڑھایا ہے، دوسری طرف تعلیمی نظام کو ملت کے عصری اور مذہبی تقاضوں کے تحت زیادہ مفید اور موجودہ دور کی رہنمائی کے لائق بنانے کی ضرورت بڑھادی ہے جسکے تحت ایسے دانشور علماء تیار کرنا ضروری ہے جو اپنے معاشرہ کی دینی و دنیاوی دونوں قیادت کرسکیں، ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں نے اپنی گزشتہ مدت میں اسی ضرورت کی تکمیل کو اپنا مقصد بنایا، اسی سلسلہ میں اس نے جو کوششیں کیں الحمد اللہ اس کے بہتر نتائج برآمد ہوئے۔

آج کے زمانہ اور جب ندوۃ العلماء کی تحریک شروع ہوئی بڑا علمی و ثقافتی فرق پیدا ہو چکا ہے، گزشتہ دور میں مغرب کی استعماری طاقتوں نے عالم اسلام پر عسکری قبضہ کرکے ہر طرح کا تصرف کر رکھا تھا، مسلمان حکومتیں ختم ہوچکی تھیں اور مسلمان علم اور جدید سائنس کے میدان میں پسماندہ کردیے گئے تھے، اور مغرب کا سورج چمک رہا تھا، اور مسلمانوں میں عام طور پر احساس کمتری پیدا ہو چکا تھا جیسا کہ شکست خوردہ قوموں میں ہوتا ہے، نہ صرف دینی حیثیت سے؛ بلکہ دنیاوی حیثیت سے بھی زوال اور شکست و ریخت کا عمل جاری تھا، جس کو دیکھ کر اکابر علماء نے نہایت غور و خوض اور ملت کے حالات کا جائزہ لے کر علمی و دینی رہنمائی کی، جس کے بہت بہتر نتائج برآمد ہوئے، لیکن ہمارے اس دور میں اسلام اور مسلمانوں پر چہار طرف سے حملے ہو رہے ہیں، متعدد مسلمان ملکوں پر جنگ تھوپ دی گئی، ان کو تباہ و برباد کردیا گیا، ان کے علماء اور دانشوروں کو خاص نشانہ بنایا گیا، ان کے علمی اداروں کو کمزور و بے اثر کرنے کی کوششیں کی گئیں اور ان کے متبادل کے طور پر استعماری مقاصد کے مطابق نظام تعلیم و تربیت نافذ کیا گیا جس کے اثرات زندگی کے ہر شعبہ پر پڑے اور ایسی نسلیں تیار ہونا شروع ہوگئیں جو اسلامی قدروں سے بیگانہ ہوکر صرف مادی ترقی ہی کو زندگی کا مقصد سمجھنے لگیں، دوسرا جو حملہ مسلمانوں پر خاص طور سے ہوا، وہ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ہوا، جو عامۃ الناس کی ایسی ذہن سازی کا کام انجام دے رہا ہے، جس سے مشرقی قومیں اور خاص طور پر مسلمان اپنے مذہب و ثقافت کے سلسلہ میں

بالکل احساس کمتری کا شکار ہو جائیں، اور ایسی تہذیب وتمدن کے عام کرنے کے لیے ہو رہا ہے جو خدا بیزار ہونے کے ساتھ انسانی صفات سے مبرا ہو، اس کوشش کے جو نتائج سامنے آرہے ہیں وہ ہر شخص دیکھ رہا ہے۔

مسلم علماء اور دانشور طبقہ کے لیے یہ حالات ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر ہم پوری سلامتِ فکر کے ساتھ ان حالات کا سامنے نہیں کریں گے تو ملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جائے گا، اسلام کو درپیش خطرات کے مقابلہ کے لیے ہمیں ایسے جامع علماء کی بڑی تعداد کی ضرورت ہے، جو دنیا کے مختلف حصوں میں تعلیم وتربیت اور تحریک ودعوت اسلامی کا فریضہ انجام دے سکیں، لیکن یہ کام ایسی صورت میں ہی قابل عمل ہے کہ ایسا تعلیمی، تربیتی اور ثقافتی نظام عمل میں لایا جائے جو قدیم وجدید کا جامع ہو۔

ہمارا یہ ملک اپنی وسعت اور آبادی کے تنوع اور کثرت کے لحاظ سے ایک بہت بڑا ملک ہے، اور یہ مختلف مذاہب وطبقات پر مشتمل ہے، ان مذاہب میں اسلام کے ماننے والے اگرچہ اقلیت میں ہیں؛ لیکن اپنی تعداد کے لحاظ سے دوسرے ملکوں کی اکثریت سے بھی زیادہ تعداد رکھتے ہیں، ان کی دو خاصیتیں زیادہ نمایاں ہیں: ایک تو یہ کہ انہوں نے اس ملک میں کئی صدیوں تک قائدانہ اور منتظمانہ کردار انجام دیا ہے اور اس طریقہ سے انہیں ملک کی قیادت کرنے اور یہاں کے باشندوں کے مزاج کی خصوصیات سمجھنے کا موقع ملا ہے۔ دوسری خصوصیت ان کی یہ ہے کہ وہ عالمی سطح کی ملت ہیں اور ان کا پیغام اور کام اعلی انسانی اقدار اور مقاصد کا حامل ہے، چنانچہ انہوں نے اس کے مطابق ملک کو بڑھایا اور ترقی دی ہے۔

لیکن پھر دو سو سالہ غلامی کے بعد ان پر ان کے اختیاری ذرائع کے تحت اپنی اور ملک کی تعمیر وترقی کے کام کو دوبارہ بحال کرنے کی ذمہ داری آئی ہے اور اس کے لیے بنیادی کام تعلیم کو ضرورت کے مطابق بہتر طریقہ سے استوار کرنے کا ہے اور تعلیم کو اعلی انسانی اقدار کو سمجھنے اور زندگی کو اس کے مطابق استوار کرنے کے لیے ضروری اقدام کرنا ہے، اس میں زندگی کے معلوماتی پہلو کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار کے پہلو دونوں کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں نے اپنی سابقہ تاریخ میں دونوں کو ساتھ رکھا ہے؛ لیکن مغربی اقدار نے صرف معلوماتی پہلو کو اختیار کیا اور انسانی اقدار کے پہلو کو ناقابل توجہ قرار دیا اور اس کی بنا پر ہمارے ملک میں وحدانی یعنی صرف ایک طریقۂ تعلیم کے بہ جائے ثنوی یعنی دو علاحدہ علاحدہ تعلیم ہو گئی کہ ایک طرف تعلیم کو صرف معلوماتی اور معاشی ضروریات میں محدود کر دیا گیا اور دوسری طرف انسانی اخلاقی اقدار کے ماننے والوں نے مذہبی اور اخلاقی اقدار کو بچانے کے لیے تعلیم کو صرف مذہبی تعلیم کے دائرہ تک مخصوص کر دیا؛ جس سے امت میں تفریق کی صورت حال پیدا ہو گئی کہ ایک طرف صرف اہل دنیا تیار ہوں اور دوسری طرف اہل دین تیار ہوں۔ ندوۃ العلماء نے یہ خلیج دور کرنے کے لیے توجہ دلائی اور اس کے لیے دار العلوم قائم کیا جس کو تقریباً سوا سو سال کی مدت ہو چکی ہے اور الحمد للہ اس سلسلہ میں ندوۃ العلماء نے قابل قدر کام انجام دیا ہے اور اس کو اب عام طور پر اور بین الاقوامی سطح پر اچھی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

ندوۃ العلماء کے کام کی خصوصیت اس بات میں ہے کہ وہ مسلمان کو جامع انسان کی حیثیت کا بنانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے حالات و ضروریات سمجھتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو اس کے حل کے لیے مفید طریقہ سے استعمال کر سکے اور مثالی امت کی حیثیت سے قائدانہ کردار انجام دے سکے اور الحمد للہ ندوۃ العلماء کی کوششیں اس سلسلہ میں مناسب ڈھنگ سے انجام پا رہی ہیں۔ اس کے لیے نفاذ تعلیم میں جو ضروری لحاظ کیا جا سکتا ہے وہ لحاظ کیا گیا ہے، اور اسی کیساتھ ساتھ حالات اور زندگی کے موجودہ تقاضوں کو سمجھنے اور ان کے لیے مناسب ڈھنگ سے کوشش کرنے کے لیے مختلف شعبے بھی کام انجام دیتے ہیں، اس نصاب ونظام نے گزشتہ مدت میں متعدد اعلی سطح کی جامع شخصیتیں تیار کر کے اہم کارکردگی کا ثبوت دیا اور ان کی اہمیت کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا گیا، چنانچہ آج پورے عالم میں علمی حلقوں میں ندوۃ العلماء کا نام جہاں آتا ہے لوگ اس کی اہمیت کو مانتے اور اظہار قدر دانی کرتے ہیں، ان کے سامنے ندوۃ العلماء کے تشکیل کردہ اہل علم حضرات کی علمی وعملی خدمات ہوتی ہیں۔

حضرات! تعلیم کا عمل انسان کے لیے ویسا عمل نہیں جیسا کہ کارخانوں میں دنیاوی ضرورت کا مال تیار کرنے کام ہوتا ہے، جیسا کہ اس وقت اخلاق وانسانی اقدار کی اہمیت کو نظر انداز کر کے انسانوں کی تعلیم کا نظام چلایا جا رہا ہے، تعلیم کا بڑا مقصد انسان کو انسان بنانا ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ دنیاوی ضرورت کیساتھ دینی واخلاقی پہلو کو بھی شامل کیا جائے، ندوۃ العلماء نے جو افراد پیدا

کیے انہوں نے اس طرح کی ذہن سازی کے لیے کامیاب کوششیں کیں، مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے کام اس کی تازہ مثال ہیں، ندوۃ العلما نے اپنے گزشتہ آخری عہد میں ان کی رہنمائی میں جو خدمات انجام دیں وہ اسکے اعلی مقصد کو پورا کرنے والی تھیں اور ان کا تسلسل الحمد للہ جاری ہے۔

ضرورت ہے کہ ندوۃ العلماء کی اس فکر کو زیادہ وسیع دائرہ میں عام کیا جائے اور تعلیم کی اس ثنویت کو وحدانی بنانے کی کوشش کی جائے تاکہ تعلیم کی انسانیت نواز خصوصیت کو عالمی سطح پر بحال کیا جا سکے کہ جس کے لیے عام طور پر مشین یا جانور کی سطح تک محدود رہنے کو کافی سمجھ لیا گیا ہے، مسلمان کے تو پیش نظر وہ مقام ہونا چاہیے جس کو خلیفۃ اللہ فی الارض سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آج حال یہ ہے کہ مغربی نظام تعلیم کے حلقوں کے افراد کی طرف سے وقتاً فوقتاً ہمارے اسلامی مدارس کے نظام تعلیم میں اصلاح وتبدیلی کے نعرے بلند کیے جا رہے ہیں اور ان مدارس کو جہاں علماء ہر طرح کی قربانی دے کر خون جگر سے ان کی آبیاری کر رہے ہیں بے ثمر قرار دیا جا رہا ہے، لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ وہی افراد جو ہمارے نظام تعلیم کی اصلاح کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں اپنی جدید عصری تعلیم گاہوں میں اسلامی ضرورت کے لحاظ سے تبدیلی کرنے پر تیار نہیں ہوتے، ضرورت ہے کہ وہ اپنی درسگاہوں کے نصاب کو امت کی ضرورت کے مطابق زندگی کے دونوں پہلوؤں کا جامع بنائیں اور مغربی فکر و فلسفہ کے سامنے احساس کمتری سے باہر نکلیں، آنکھ بند کر کے یورپ کے تشکیل کردہ نظام تعلیم وتربیت سے ہی منسلک نہ رہیں، ان کے خالص دنیاوی نصاب میں بچوں کو شروع ہی سے داخل کر دیا جاتا ہے، اس طرح ان کو صرف مادی طرز فکر سے واسطہ پڑتا ہے، اس طرح بچے شروع ہی سے اپنے دین سے بالکل ناواقف بلکہ دینی امور میں احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں، ان تعلیم گاہوں نے طلبا کے اخلاق وعادات پر مسیحی رنگ چڑھانے کا کام بھی کیا ہے، اس کی وجہ سے وہ مغربی افکار اور ثقافت سے بڑی حد تک ہم آہنگ ہو گئے۔

یہ ایک بڑا چیلنج ہے جس کا مقابلہ کرنا اور اپنی نسلوں کے دین وایمان کی حفاظت کی فکر کرنا ہماری اہم ذمہ داری ہے۔

مسلمانوں کے جو بچے مغربی نظام تعلیم میں شروع سے چلے جاتے ہیں ان کی تعداد بہت غیر معمولی طور پر زیادہ ہے، ضرورت ہے کہ ان کے اسلامی عقیدہ کو بچانے کے لیے ان کی پرائمری تعلیم میں ضروری دینی مضامین شامل کیے جائیں جو ان کو اپنی مذہبی بنیاد سے وابستہ رہنے میں مددگار ثابت ہوں، اس کے لیے ایک تدبیر صباحی ومسائی مکاتب قائم کرنے کا کام پھیلائے جانے سے کی جا سکتی ہے، اس کا تجربہ دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش نے کیا ہے، ان کی ہمت افزائی کیساتھ ملک کے مختلف علاقوں میں کم از کم مساجد میں ایسے مکاتب قائم کیے جا سکتے ہیں جن کو وہاں کے ائمہ سنبھال سکتے ہیں، اس کی کوشش کی ضرورت ہے۔

حضرات دار العلوم ندوۃ العلماء کے نظام تعلیم میں جو خاص شعبے ہیں ان میں کلیۃ الشریعہ، کلیۃ اللغہ، کلیۃ الدعوۃ والاعلام، دار الافتاء والقضاء، المجمع العلمی للبحوث والدراسات، شعبہ صحافت و السنہ، میڈیا سنٹر، شعبہ حفظ وتجوید قرآن کریم، معہد دار العلوم اور مولانا ظہور الاسلام کمپیوٹر سنٹر ہیں، جن میں طلبا کی تعداد ۴۳۵۴ ہے، شہر لکھنؤ میں مکاتب کا نظام بھی چل رہا ہے، جس میں طلبا کی تعداد ۱۳۰۰ ہے، اور مدرسین کی تعداد ۵۴ ہے۔

مدارس ملحقہ

اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء سے الحاق شدہ مدارس کی تعداد ۲۷۰ تک پہنچ چکی ہے، سال رواں ۲۱ر مدارس کا الحاق عمل میں آیا ہے اور ۲۳ر مدارس کے الحاق کی درخواستیں زیر غور ہیں، مدارس ملحقہ کی تعلیمی حالت مجموعی طور پر قابل اطمینان ہے، اور جن علاقوں میں یہ مدارس واقع ہیں، الحمد للہ وہاں دین کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ کا کام ہو رہا ہے، اور تعلیم کے حصول کی طرف مسلمانوں کی توجہ بڑھانے میں یہ مدارس ممد ومعاون ثابت ہو رہے ہیں۔

شعبۂ دعوت وارشاد

تعلیمی شعبہ کے علاوہ دعوت وارشاد، صحافت، کمپیوٹر اور بعض فعالیت کے شعبے بھی ہیں، شعبہ دعوت وارشاد کی طرف سے لکھنؤ کے مضافات میں خاص طور پر ان دیہاتوں میں جہاں قادیانیوں نے مکاتب قائم کر لیے تھے، مکاتب قائم کیے گئے، اور وہاں ایسے مدرسین رکھے گئے جو مساجد میں امامت بھی کریں اور بچوں کو دینی تعلیم دینے کے ساتھ وہاں کے باشندوں کی دینی رہنمائی کا کام بھی انجام دیں، اور وقتاً فوقتاً ان علاقوں میں دینی جلسے کیے جاتے ہیں جن میں اصلاح عقائد کی بات کی جاتی ہے، اس کے علاوہ دینی موضوعات پر اصلاحی کتابچے بڑی تعداد میں شائع کیے جاتے ہیں، الحمد للہ اس خدمت سے خاطر خواہ فائدہ ہوا، اور وہ علاقہ قادیانیوں سے پاک ہوا، لیکن اسی پر

اکتفا نہیں کیا جا سکتا، دیہاتوں کی دینی تعلیمی حالت بہت دگرگوں ہے، بستیوں کی بستیاں ایسی ملیں گی جہاں کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا بھی نہیں ملتا، دین کی بنیادی باتوں کا لوگوں کو علم نہیں ہے، بڑی تشویش کی بات یہ ہے کہ مسلم آبادیوں میں شراب اور جوا عام ہوتا جا رہا ہے، اگر اس کی فکر نہیں کی گئی تو ملت بہت بڑے خسارے میں چلی جائے گی، عجیب بات ہے کہ شہروں سے دور علاقوں میں مسلمانوں کی توجہ تعلیم کی طرف نہ ہونے کے برابر ہے، نہ دینی تعلیم کے حصول کی طرف رجحان ہے اور نہ عصری تعلیم کی طرف، ان ہی علاقوں سے برادران وطن کے بچے اسکول کی طرف جاتے دکھائی دیتے ہیں، اور مسلمان بچے کھیل میں مصروف رہتے ہیں، یا بکریاں چراتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، شعبہ کی طرف سے ان علاقوں کے سروے کرائے جاتے ہیں جن سے یہ خطرناک رخ سامنے آرہا ہے۔

دار الافتاء والقضاء

فتاویٰ ندوۃ العلماء کا دوسرا حصہ تکمیل کے مراحل سے گزر رہا ہے، مفتی محمد ظہور ندوی صاحب کی زیر نگرانی یہ کام ہو رہا ہے، اس کے ساتھ تیسرے حصہ پر کام ہو رہا ہے۔

اس کے ساتھ شعبہ دار القضاء کا کام چل رہا ہے، سال رواں اندراج ہونے والے مقدمات کی تعداد ۴۵ ہے، اور فیصل ہونے والے مقدمات کی تعداد ۲۱ ہے، اور زیر کارروائی مقدمات کی تعداد ۱۹ ہے۔

تدریب افتاء

امسال آٹھ فارغ ہونے والے طلبا کا انتخاب ہوا تھا، یہ طلبا متعین نصاب کا مطالعہ کرتے ہیں اور متعلق اساتذہ سے مراجعت کرتے ہیں۔

کتب خانہ شبلی نعمانی

الحمد للہ کتب خانہ کی کتابوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، خریداری کے علاوہ متعدد اہل علم سے بھی کتابیں حاصل کی جا رہی ہے، ۱۵ر مارچ ۲۰۱۳ء تک کتب خانہ کی کتابوں کی مجموعی تعداد ۱۷۷۳۴۹ ہے اور مستعار کتب خانوں کی کتابوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے، کمپیوٹر میں انگریزی کی تمام کتابوں اور عربی، فارسی اور اردو مخطوطات کی تفصیلات کا اندراج مکمل ہو چکا ہے، اور مطبوعات کا اندراج جاری ہے، اسی کے ساتھ مولانا شاہ محمد شبیر عطا ندوی نے اپنا وقیع کتب خانہ جن میں اہم مخطوطات بھی ہیں، بطور مستعار دے دیا ہے، ان کی کتابوں کے اندراج کا کام جاری ہے، ۱۶۰۰ کتابوں کا اندراج ہو چکا ہے۔

معہد سیدنا ابی بکر الصدیقؓ

یہ معہد ندوۃ العلماء کے زیر اہتمام کام کر رہا ہے، طلبا کی تعداد ۵۵۴ ہے، تدریسی عملہ کی تعداد ۲۸ اور غیر تدریسی عملہ کی تعداد ۱۸ ہے، طلبا کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے ۲۰ کمروں اور چار بڑے ہالوں پر مشتمل عمارت کی تعمیر مکمل ہو کر استعمال میں ہے، اسٹاف کے لیے ۱۶ مکانات کی تعمیر ہو رہی ہے، اس معہد کے تمام اخراجات ندوۃ العلماء کے ذمہ ہیں۔

مدرسہ مظہر الاسلام

شہر کے مرکزی مسلم علاقہ میں ندوۃ العلماء کی وسیع زمین پر یہ مدرسہ واقع ہے، جو ندوۃ العلماء کی جزوی امداد سے چل رہا ہے، اس کی حیثیت ندوۃ العلماء کی شاخ کی ہے، اور ندوۃ العلماء کے زیر نگرانی اس کا انتظام و اہتمام ہوتا ہے، شہر لکھنؤ میں اس کے ذریعہ دینی تعلیمی ماحول میں کافی اضافہ ہو رہا ہے، اور اصلاح معاشرہ کا اچھا کام انجام پا رہا ہے، مولانا عبد اللہ حسنی ندویؒ اس کے ناظم کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے، اس مدرسہ میں ایک وسیع عمارت برائے تدریس تعمیر ہو چکی ہے، اور طلبا کی رہائش کے لیے دار الاقامہ تعمیر ہو رہا ہے، اب تک طلبا ان پرانی عمارتوں میں رہ رہے تھے جو زمین کی خریداری کے وقت عطر کے کارخانہ کی صورت میں تھیں۔

مدرسہ میں طلبا کی تعداد ۵۱۵ ہے، اساتذہ و اسٹاف کی تعداد ۴۱ ہے، سال گزشتہ کے اخراجات ۷۴،۷۸،۱۷۱ ہوئے ہیں۔

طلبا کی کثرت کی وجہ سے جدید دار الاقامہ کی تعمیر شروع کی گئی تھی وہ الحمد للہ مکمل ہو گئی ہے، یہ عمارت تین منزلہ ہے، اس کی ہر منزل پر ۱۸ کمرے طلبا کے لیے اور ایک کمرہ برائے نگراں ہے، اور ہر منزل پر طلبا کی دیگر تعلیمی ضروریات کے لیے ہال بھی ہے، ان شاء اللہ آج بعد عصر اس کا افتتاح ہے۔

المعہد العالی میں ایک ہال کی تعمیر جاری ہے، جو ان شاء اللہ چند روز میں مکمل ہو جائے گا، اس کے علاوہ دار العلوم اور معہد دار العلوم واقع سکروری کی عمارتوں کی مرمت اور رنگائی پتائی کا کام ہوا۔

حضرات ندوۃ العلماء کے مختلف شعبوں اور کاموں کے جائزہ کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، اس سے ندوۃ العلماء کی سال رواں کی کارکردگی پر ایک نظر پڑ سکتی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆

نور بصیرت

اسلام سے بیزاری کیوں؟

اسلام غلط فہمیوں کے سائے میں

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

آج کل کچھ لوگ محض اس بنا پر اسلام سے نفرت کرتے ہیں کہ انہیں اسلام کو اپنانے میں اپنا اقتدار اور بالا دستی، اپنے مادی اغراض اور ذاتی مفادات کو خطرہ محسوس ہوتا ہے، حالانکہ یہ خیال نہایت ہی غلط ہے، اور یہ لوگ سخت دھوکہ میں ہیں، اسلام ہرگز ہرگز انسانی حقوق پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اس کی صلاحیتوں پر کوئی بند لگاتا ہے، اسلام ہر انسان کو اس کا پورا پورا حق دیتا ہے، اس کے مقام و مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے توازن و اعتدال کے ساتھ اخلاقی اور اجتماعی تعلیمات کی روشنی میں اسے اس کا حق فراہم کرتا ہے، اسلام ان خود ساختہ نظاموں اور انسانی قوانین سے بالکل مختلف ہے، کچھ لوگ انسان کی طاقت اور اس کی زندگی کا نہایت غلط استعمال کرتے ہیں، اور اس کا اس قدر استحصال کرتے ہیں کہ وہ مصیبت زدہ رہ کر دنیا سے چلا جاتا ہے، لیکن آقاؤں کے گھروں میں دولت کے چشمے بہہ رہے ہوتے ہیں، جس نظام میں کسی مخصوص طبقہ کے ایک فرد کو حکمرانی سونپ دی جاتی ہے اور اسے پورا اختیار فراہم کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی خواہش اور مرضی لوگوں پر تھوپتا رہے، خواہ وہ منتخب حاکم، بدنام زمانہ ہی کیوں نہ ہو اور اپنے سیاہ کارناموں کے ساتھ شہرت رکھتا ہو، وہ نہایت بے باکی کے ساتھ ملک کی ساری دولت کے دہانے اپنی خواہش کی جانب پھیر لیتا ہے اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ یہ سب جمہوریت کے خوشنما نام سے کیا جاتا ہے۔

یہ دور حاضر کی جمہوریتیں، آمریتیں اور سیکولرازم کیا ہیں؟ قدرت سے بغاوت کرنے والے انسانی گھروندے، جن کا انجام بالآخر تباہی ہے، جو ایسے ڈھانچے ہیں جن کا ظاہر تو خوشنما لیکن اندرون چنگیز سے تاریک تر، ان تمام انسانی نظاموں کے دو رُخ نہایت خوشنما، روشن اور چمکدار ہوتے ہیں، سادہ لوح عوام اور بھولے بھالے انسان ان کے ظاہری چمک دمک کو دیکھ کر فریب کھا جاتے ہیں اور اس کے گرویدہ وحامی بن جاتے ہیں، دوسرا رخ نہایت بدنما اور تاریک ہوتا ہے، اس پر ظاہر داریوں کا پردہ پڑا ہوتا ہے، اور خفیہ مواقع پر وہ اپنا کام کرتا ہے، یہ دوسرا رخ ہی اس کا حقیقی چہرہ ہے، اسی کے ارادوں کا وہ پابند ہوتا ہے، یہ چہرہ کیسا ہے؟ ناجائز نفع اندوزی کا چہرہ، ظلم کا چہرہ اور ہر قسم کے جرم کا چہرہ، لیکن یہ چہرہ نمایاں نہیں ہوتا، لوگ اس چہرہ سے واقف نہیں ہو پاتے اور بیشتر اوقات تو اس کی شناخت بھی مشکل ہوتی ہے۔

اسلام اس موقع پر سامنے آتا ہے، اس بدنما، تاریک اور مجرمانہ چہرہ سے نقاب اٹھا دیتا ہے، پھر دنیا دیکھ لیتی ہے کہ اس چہرہ کا کیا حال ہے، اس پر انانیت، ناجائز کمائی اور نفع اندوزی و جرائم کے کتنے داغ لگے ہوئے ہیں، اسلام انسان کی حقیقی تصویر اور اس کا اصلی روپ نظروں کے سامنے پیش کر دیتا ہے وہ اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تو وہ مقام بلند عطا کیا ہے جس میں کوئی دوسری مخلوق اس کی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا". [بنی اسرائیل/ ۷۰] (یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی، اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی)۔

اسلام تمام انسانوں کو ایک صف میں کھڑا کرتا ہے اور ان کے دلوں میں یہ حقیقت نقش کر دیتا ہے کہ ساری انسانیت ایک آدم کی اولاد ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت مٹی سے ہوئی تھی، یہ حقیقت بھی ان کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے کہ فضیلت و برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے، اگر تقویٰ اور خدا کا خوف کسی کے مرتبہ کو اونچا کرنے کا ذریعہ نہ بن سکے تو پھر کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر، اسی طرح کسی کالے کو گورے پر یا کسی گورے کو کالے پر کسی قسم کی فوقیت حاصل نہیں، خدائے ذوالجلال نے اپنی لافانی کتاب مقدس میں یہ حقیقت واشگاف کر دی ہے، فرمایا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ". [حجرات/ ۱۳] (اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے، اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے)۔

اس اسلامی مساوات کے نتیجہ میں جب تمام

انسان ایک مقام و مرتبہ پر کھڑے نظر آتے ہیں اور معیار فضیلت محض تقویٰ قرار پاجاتا ہے تو اسلام ہر فرد بشر کو عقیدہ و کردار کی بنیاد پر اپنی سیرت کی تعمیر کے مکمل مواقع فراہم کرتا ہے، اور یہی نہیں بلکہ اپنی قبائے کردار کو آراستہ کرنے کے لئے فضائل و محاسن کے زریں تکمے بھی مہیا کرتا ہے، اور اس سیرت کو داغدار بنادینے والی چھوٹی بڑی تمام چیزوں سے متنبہ کردیتا ہے، قرآن حکیم اس قیمتی ہدایت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا". [حشر/ ۷] (اور تمہیں جو کچھ رسول دے لےلو، اور جس سے روکے رک جاؤ)۔

گویا اسلام نے پیغمبر اسلام کی مبارک زندگی کی صورت میں ایک مکمل آئیڈیل فراہم کردیا ہے، آپ کی جامع حیات طیبہ کے ہر گوشہ میں رہنمائیاں بکھری ہوئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، اخلاق، اعمال و اقوال، ارشادات اور احکامات غرض مختلف سورتوں میں نہایت وضاحت اور تفصیل کے ساتھ تعلیمات وہدایات دی گئی ہیں، قرآن کا ارشاد ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا". [احزاب/ ۲۱] (یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کی یاد کرتا ہے)۔

اس پاکیزہ سیرت کے سانچہ میں ڈھلنے اور اس اسوہ و نمونہ کو زندگی کے ہر گوشہ میں اپنا لینے کے بعد سچی کامیابی اور سعادت یقینی ہے، اس نمونہ زندگی اور پیکر حیات کے سامنے آنے کے بعد کوئی بھی انسان اسلام سے نفرت نہیں کرسکتا، اس کے حاشیۂ خیال میں بھی اسلام بیزاری کا کوئی نقش نہیں ابھرے گا، کیونکہ اسلام کی یہ عملی تصویر اور اس کا سچا روپ انسانی فطرت کی متاع گمشدہ ہے، انسان اپنی طبیعت و فطرت کے عین تقاضوں کو پاکر ایک کیف و لذت محسوس کرتا ہے، ایک روحانی سرور جس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جاسکتا، اس جوہر نایاب کو پالینے کے بعد کیوں کسی انسان کو کوئی ڈر اور خوف محسوس ہوگا اور کیوں اسے دورخے پن اختیار کرنے کی ضرورت پیش آئے گی، وہ منافقانہ رویہ کہ موقع و منفعت کے لحاظ سے ایک چہرہ کو ظاہر کرے اور دوسرے کو چھپالے، اسے چند کھنکھناتے سکے اور عہدہ و کرسی اپنا اسیر نہیں بناپاتے، وہ اپنی معمولی اغراض کی خاطر جمہوریت، اشتراکیت اور سیکولرازم کے جھوٹے نعروں کے ہتھیار استعمال کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

واقعہ ہے کہ اسلام کے سایہ تلے انسان کو سکون و مسرت اور قلبی شادمانی کی عجیب اور عظیم دولت نصیب ہوتی ہے، ایک اندرونی فرحت و اطمینان اسے بے خود کئے رہتا ہے، اس کے شب و روز امن وعافیت کے سیائے میں بسر ہوتے ہیں، ان خوشیوں میں نہال ہوکر وہ عہدہ و کرسی اور مال و دولت کو بھلا دیتا ہے، بلکہ اگر یہ چیزیں اس کے قدموں پر آکر گرتی بھی ہیں تو وہ انہیں کمال بے نیازی سے ٹھکرا دیتا ہے، زندگی کی الجھنوں میں الجھ کر وہ اپنی پرسکون زندگی کی مسرتوں کو بے مزہ نہیں کرنا چاہتا، اگر کچھ قبول کرتا بھی ہے تو محض رب کو خوش کرنے اور ضمیر مطمئن کرنے کی خاطر، اپنی دینی اور ایمانی ذمہ داریوں کو انجام دینے کی غرض سے اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کے مقصد سے۔

اے کاش! آج لوگوں نے ان تعلیمات اور ان بے مثال ہدایات کی روشنی میں اسلام کو سمجھا ہوتا، اسلام کے خلاف پھیلائے جانے والے جھوٹے پروپیگنڈوں، افواہوں اور بے جا خوف کے دبیز پردوں کو اپنے ذہن و دماغ سے نوچ کر پھینک دیا ہوتا اور پھر بصیرت کی بے داغ روشنی میں حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔

☆☆☆☆☆

مولانا محمود الازہار ندویؒ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال

سابق استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء ورکن مجلس ادارت "تعمیر حیات" مولانا محمود الازہار ندویؒ کی اہلیہ محترمہ کا ۶۷ سال کی عمر میں ۲۷ر اپریل ۲۰۱۳ء بروز سنیچر طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے نماز جنازہ احاطہ دارالعلوم ہی میں پڑھائی، اور ڈالی گنج قبرستان میں تدفین ہوئی، پسماندگان میں ۵ بیٹے اور ۳ بیٹیاں ہیں۔

انتقال کے دوسرے دن ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء ان کے گھر تشریف لے گئے اور اہل خانہ سے تعزیت کی اور صبر کی تلقین کی، اس موقع پر حضرت والا نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے بیماری کی تکلیف پر بھی بڑا اجر دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اگر مومن کے پیر میں ایک کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کا اجر بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں ملے گا، جب مومن کو اس کا اجر ملے گا تو اسے دیکھ کر مومن تمنا کرے گا کہ کاش! اسے دنیوی زندگی میں اور زیادہ تکالیف ملتیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ جانے والے کی جدائی سے غم و تکلیف ہوتی ہے اور اس تکلیف کو برداشت کرنے، صبر کرنے پر اہل خانہ و متعلقین بھی اجر و ثواب کے حقدار ہوں گے"۔

اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل دے اور مرحومہ کی مغفرت فرمائے، قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔ ☆☆☆

آداب زندگی

ہماری عائلی مشکلات اور ان کے اسباب

تحریر: ڈاکٹر مصطفیٰ سباعیؒ

میرے خیال میں ایک انسان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی خوش بختی نہیں کہ وہ اپنے گھر میں خوش بخت ہو اور اس سے بڑھ کر اور کوئی بدبختی نہیں کہ وہ اپنے اہل و عیال کے معاملہ میں بدبخت ہو، جو شخص اپنے گھر میں خوش و خرم ہو وہ لوگوں کے ساتھ بھی خوش و خرم رہے گا اور جو شخص اپنے گھر میں کبیدہ خاطر رہتا ہو اور دلی اطمینان کھو بیٹھا ہو، وہ لوگوں کے ساتھ بھی بدخلقی کے ساتھ پیش آئے گا، ان سے جی چھڑاتا نظر آئے گا اور اگر ان کے ساتھ معاملات کرے گا تو تنگ ظرفی کا مظاہرہ کرے گا، اہل مغرب اگر ہر جرم کے بعد یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ: "(اس جرم کے پیچھے) کسی عورت کو تلاش کرو، تو ہمیں بھی ہر سماجی جھگڑے اور اخلاقی کجی کے پیچھے یہ کہنا چاہیے کہ گھر کی چھان بین کرو"۔

ازدواجی زندگی میں خلل آنے سے جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں وہ نہ صرف بے شمار ہیں بلکہ بڑے بڑے سماجی جرائم کا بھی سبب بنتی ہیں اور ازدواجی زندگی کا بگاڑ کسی خاص ماحول سے مخصوص نہیں، بلکہ پڑھے لکھے گھرانوں میں بھی ویسے ہی یہ مشکلات پیدا ہوتی ہیں جیسے ان پڑھ معاشرہ میں اور اسی طرح انتہائی مالدار گھرانوں میں بھی ویسے ہی ازدواجی سکون و اطمینان رخصت ہوجاتا ہے جیسے غریب اور عیال دار گھرانوں میں، متدین گھرانوں میں بھی عائلی جھگڑے ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے اخلاق باختہ خاندانوں میں، اس میں مغرب و مشرق کی بھی تقسیم نہیں اور نہ مہذب اور غیر مہذب ہی کی، یہ تو ہر زمانے کے انسانی معاشرہ کی کہانی ہے، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مشکلات واضح طور پر ان معاشروں میں دیکھی جاسکتی ہیں جہاں دین اور اخلاق کمزور ہوچکے ہیں اور دین سے میری مراد وہ دین ہے جو انسان کے دل و جان میں اترا ہوا ہو نہ کہ وہ سطحی انداز کا دین جو صرف چند مظاہر اور علامتوں تک محدود ہو۔

اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض متدین حضرات اپنی بیویوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک دین خواہشات اور رجحانات کے لیے ایک ترازو کی حیثیت نہیں رکھتا تھا، بلکہ اس کی حیثیت چند رسموں تک محدود تھی جو نہ روح کو بالیدگی دے سکتی تھیں اور نہ نفس ہی کو پاکیزگی عطا کرسکتی تھیں۔

وہ اسباب کہ جن سے عائلی مشکلات جنم لیتے ہیں، بے شمار ہیں لیکن ہم صرف ان اسباب کا احاطہ کریں گے جو بطور امر واقعہ ہر جگہ نظر آتے ہیں:

ایک سبب یہ ہے کہ شوہر یا بیوی کے انتخاب کے موقع پر جذبات یا مادی مصلحتوں کو پیش نظر رکھا جائے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شادی کی بنیاد جوانی کی جذباتی ترنگ ہوتی ہے جو شادی کے چند ماہ بعد اترنا شروع ہوجاتی ہے اور زوجین پر یہ انکشاف ہونے لگتا ہے کہ دونوں کے درمیان اخلاق، مزاج، کلچر اور ذاتی پسندیدگی میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد یا عورت کے حسن و جمال کی بنا پر وہ دونوں ایک دوسرے پر فریفتہ ہوجاتے ہیں، منگنی اور شادی کے مراحل طے ہوجاتے ہیں لیکن جلد ہی نوجوان پر عورت کی بداخلاقی اور کمینگی آشکار ہوجاتی ہے اور اسی طرح ایک نوجوان عورت مرد کی وجاہت اور خوبصورتی سے متاثر ہوکر اس کے جال میں پھنس جاتی ہے، لیکن پھر اس کی کرخت طبیعت اور بدطینتی کو دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو بہاتی ہے۔

اور ایسی بھی شادیاں ہیں جو صرف مال و دولت کی طمع کی خاطر ہوتی ہیں اور ہماری نظر میں ایک صاحب ثروت یا ایک اونچی ملازمت یا آمدنی والا شادی کا پیغامبر اس نوجوان سے زیادہ قابل ترجیح ہوتا ہے، جس کے ہاتھ خالی ہوں یا وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہو، اکثر بے پناہ دولت کے ساتھ بے پناہ فساد کا جوڑ ہوتا ہے اور ان میں سب سے بدترین صورت یہ ہے کہ ایک نوخیز لڑکی جو ابھی بیس کی حد کو چھورہی ہے ایسے بوڑھے سے بیاہ دی جائے جو ساٹھ کے لپیٹے میں ہو، لڑکی والے صرف اس شخص کی بے پناہ دولت یا وسیع و عریض اراضی کے لالچ میں ایسا اقدام کرتے ہیں، ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے لڑکی کے حق میں قتل سے بھی بھیانک جرم کا ارتکاب کیا ہے، وہ اس لیے کہ مقتول تو موت کی تلخی چند لمحے چکھنے کے بعد آرام پاجاتا ہے لیکن یہ بے چاری لڑکی تو بدبختی کی تلخیاں ہر آن اور ہر لحظہ چکھتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ نے تو شادی کو سکون و اطمینان کی خاطر جائز ٹھہرایا ہے تو یہ بے چاری ازدواجی زندگی کے آغاز ہی میں بجائے سکون و اطمینان کے موت کی سی خاموشی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

ہماری نئی قانون سازی اس لحاظ سے خوش آئند ہے کہ جس میں پرسنل لا سے متعلق قاضیوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اگر شادی کے خواہشمند مرد وعورت اپنی عمر کے اعتبار سے نمایاں فرق رکھتے ہوں تو وہ ایسی شادی کو رجسٹرڈ کرنے سے انکار کردے۔

عائلی مشکلات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ زوجین ایک دوسرے کی طبیعت کو نہ سمجھ پائے ہوں، یہ عین ممکن ہے کہ شوہر تیز مزاج کا حامل ہو، اپنے ذوق کے خلاف معمولی سی چیز کو بھی برداشت نہ کرپاتا ہو، لیکن بیوی کو قطعاً اس کا ادراک نہ ہو تو پھر ایسا ہوتا ہے کہ وہ تو شدید غصے میں ہو اور یہ کھڑی ہنس رہی ہو، وہ اس سے بات کرنا چاہتا ہو اور یہ اس سے کترا رہی ہو، وہ غصے میں ایک بات کہے تو یہ اس کے جواب میں دس کہے، تو اب سوائے کالی آندھی کے آنے یا آتش فشاں کے پھٹنے کے اور کیا ہوگا اور یہ بھی ہوتا ہے کہ بیوی کو مثال کے طور پر سرخ رنگ کے کپڑے پسند ہیں، لیکن شوہر اسے سفید کپڑے پہننے پر مجبور کرتا ہے، وہ ہوسکتا ہے دودھ پسند کرتی ہو، لیکن میاں کو قطعاً دودھ بھاتا نہیں اور یوں وہ اسے اپنی پسند کو چھوڑ کر میاں کی پسند کو اختیار کرنے پر مجبور کردے اور اسی طرح بیوی کی طبیعت منقبض ہونا شروع ہوجاتی ہے اور پھر یہ انقباض، اکتاہٹ میں بدلنا شروع ہوجاتا ہے اور یوں یہ اکتاہٹ کسی معمولی واقعہ پر جھگڑے کا سبب بن جاتی ہے۔

گھریلو نزاع کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ بیوی مرد کی اجتماعی اور سماجی ذمہ داریوں کا ادراک نہیں کرپاتی، عین ممکن ہے کہ شوہر ایک سیاستداں ہو جس کے فرائض میں بے شمار لوگوں سے ملنا جلنا ہے یا وہ ایک عالم یا استاد بھی ہوسکتا ہے کہ جس کا کام ہی لکھنا اور پڑھنا ہے اور بیوی دونوں صورتوں میں اکتاہٹ کا مظاہرہ کرے، سیاستداں کے اجتماعات میں میل جول سے، اور عالم واستاد کی کتابوں اور لکھنے پڑھنے سے، بلکہ یوں بھی ہوتا ہے کہ شوہر اگر گھر میں داخل ہو اور اس کی بغل میں ایک نئی کتاب ہو تو وہ شدید بیزاری کا اظہار کرتی ہے، امام زہریؒ کی بیوی کا بھی یہی حال تھا جب انہیں کتابوں پر جھکے دیکھتیں تو چیخ اٹھتیں، اللہ کی قسم! یہ کتابیں تو مجھ پر تین سوکنوں سے بھی زیادہ بھاری ہیں، اگر بیوی کا یہ حق ہے کہ شوہر کے پاس اس کے لیے اتنا وقت ہو کہ جس میں وہ اس سے اپنے دلی تعلق کا اظہار کرے تو اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ اس کے سماجی اور علمی مشاغل پر پیچ پا ہو اور جس کام پر اس کا ضمیر مطمئن ہو، اس پر برہم ہو۔

باہمی اختلافات کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ شوہر گھر کے کاموں میں ضرورت سے زیادہ مداخلت کرے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے کار شوہر باورچی خانہ میں بیوی کے سر پر کھڑا رہتا ہے اور پھر یوں ہدایات دیتا ہے: ہنڈیا میں پانی کیوں تھوڑا ڈالا ہے؟ نمک زیادہ کرو، آنچ ہلکی کرو، ہنڈیا میں ڈوئی ہلاؤ، اور اس طرح بیوی اس کی لایعنی باتوں سے تنگ آجاتی ہے اور پھر ایک دن پھٹ پڑتی ہے، اگر شوہر کا یہ حق تسلیم شدہ ہے کہ وہ اپنی پسند کے کھانے کی فرمائش کرے تو اس کا قطعاً یہ حق نہیں بنتا کہ اپنے آپ کو داروغہ بنا کر بیوی کو روزانہ کھانے پکانے کے گر سکھاتا رہے۔

عائلی جھگڑوں کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بیوی شوہر کے مالی حالات کا خیال نہ رکھے، وہ چاہتی ہے کہ وہی لباس پہنے جو اس کی سہیلی پہنتی ہے اور جس طرح فلاں فلاں کے گھر میں بے شمار فرنیچر اور سامان زینت ہے ویسا ہی اس کے گھر میں بھی ہو اور اسے اس بات کا خیال رہتا ہے کہ اس کے شوہر اور اس کی سہیلی کے شوہر کی مالی حیثیت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

پھر یہ کہ خواتین کے کپڑے خریدنے کا بہانہ ہمیشہ سے موجود رہتا ہے، اگر خاتون خانہ کے کسی عزیز یا عزیزہ کی شادی ہے تو اسے ہر صورت ایک نیا جوڑا سلوانا ہے، اگر فیشن بدل گیا ہے تو اس کے کپڑے بھی بدلنے چاہئیں اور یوں بے چارہ مرد اخراجات کے بوجھ تلے دبا چلا جاتا ہے اور پھر دو باتوں میں سے ایک ہوکر رہتی ہے، یا تو وہ اپنی بیوی کے مطالبات کے سامنے سر جھکا کر قرض کا بار اٹھائے پھرے اور یا پھر لوگوں میں رکھ رکھاؤ کی خاطر اور اپنے بجٹ کی حدود میں رہنے کے بنا پر بیوی کے ساتھ جھگڑا مول لے۔

مجھے اس سے انکار نہیں کہ کچھ مرد حضرات باوجود استطاعت کے بیویوں پر خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں، میں ایسے لوگوں کے بارے میں مخاطب نہیں ہوں، وہ اس لیے کہ اسلام نے اس عورت کو جس کا خاوند باوجود استطاعت کے، اس کے نان ونفقہ میں کوتاہی کرے، یہ حق دیا ہے کہ شوہر کے مال میں سے بغیر اس کی اجازت کے بقدر حاجت لے لے، جیسا کہ ابوسفیانؓ کی بیوی کے قصے سے معلوم ہوتا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ شکایت لے کر آئیں کہ ابوسفیانؓ بڑے کنجوس ہیں، انہیں اتنا بھی نہیں دیتے جو ان کے اور ان کے بچوں کے لیے کافی ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے شوہر کے مال میں سے اتنا لے لیا کرو جو عام طور پر تمہارے لیے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی رہے، خیال رہے کہ یہ حکم ان ضروری اخراجات کے بارے میں ہے جسے

ایک شوہر اپنے بخل کی بنا پر ادا نہیں کررہا ہے لیکن اگر اس کا ہاتھ روکنا اس بنا پر ہے کہ عورت اسراف اور فضول خرچی کی حدوں کو چھو رہی ہے تو پھر بیوی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے گھر والوں کو فقر اور تنگدستی کا راستہ دکھلائے۔

گھریلو مشکلات کے اسباب میں سے ایک سبب بدظنی بھی ہے، یہ بھی ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کی امانت داری کے بارے میں سوئے ظن کا شکار رہتا ہے سمجھتا ہے کہ اس کے سونے کے دوران بیوی اس کی جیبوں میں سے کچھ پیسے نکال لیتی ہے، کبھی اگر کچھ پیسے کم نکلے تو بغیر تحقیق کیے جھٹ اپنی بیوی پر چوری کا الزام دھر دیتا ہے تو پھر گھر میں آفت آجاتی ہے، چیخ وپکار شروع ہوجاتی ہے اور پھر مرد کو خیال آتا ہے کہ گھر لوٹنے سے قبل اس نے کوئی چیز خریدی تھی، یا کسی کا قرض ادا کیا تھا، کسی کو قرض دیا تھا، کسی بچے کو پیسے دیے تھے اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔

مجھے اس سے انکار نہیں کہ بعض عورتوں ناحق ایسا کرتی ہیں، میں نے دین سے ناواقف ایک واعظ کو اپنے حلقہ درس میں عورتوں سے یہ کہتے سنا کہ جب عورت اپنے شوہر یا بیٹے کی جیب سے کچھ چرالیتی ہے تو فرشتے خوشی سے مسکرا اٹھتے ہیں، یہ بات بالکل جھوٹ ہے، دین پر افتراء ہے اور میاں بیوی کے درمیان جھگڑوں کو بڑھانے کا ایک سبب ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شوہر بیوی کی عفت پر بدگمانی کرتا ہے کہ وہ بازار میں یوں چلتی ہے یا کھڑکی آنے جانے والوں کو دیکھتی ہے اور اس طرح اس کی پاکیزگی اور شہرت کو داغدار کردیتا ہے حالانکہ وہ زبردست ہتھکنڈا ہے کہ وہ بعض جاہلوں کو غیرت کے نام پر اکساتا رہتا ہے، ایسی ہی بدگمانی کی بنا پر کتنے ہی طلاق کے بلکہ قتل کے واقعات ہوتے ہیں، بعد از تحقیق وہ بے سند ثابت ہوتے ہیں۔

عائلی نزاعات میں ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ میاں بیوی معمولی سی بات پر طیش میں آجائیں، میں ایک ایسے شوہر کو جانتا ہوں کہ جس نے ایک کپڑا خریدا، اسے گھر لایا اور بیوی کو بتایا کہ اسے حفاظت سے رکھ کہ میں اس سے اپنا جوڑا بنواؤں گا، اگلے دن اس نے بیوی سے وہ کپڑا مانگا تو اس نے مذاقاً کہہ دیا کہ وہ تو اس نے اپنے لیے سی بھی لیا، یہ بات اس نے چھیڑنے کے لیے کہی تھی، اس نے قطعاً ایسا نہیں کیا تھا، اب کیا تھا مرد نے کہ جس کی ابھی تازہ تازہ شادی ہوئی تھی، بیوی کے نئے نئے جوڑے اٹھائے اور پانی سے بھرے تالاب میں پھینکنے شروع کردیے، اس پر مستزاد یہ کہ اس کی جرابوں کو قینچی سے کاٹنے دوڑا، بیوی حیران پریشان بھاگی بھاگی گئی اور وہ کپڑا لاکر اس کے سامنے ڈال دیا جو جوں کا توں تھا، بے وقوف شوہر بہت نادم ہوا، لیکن جب کہ وہ اپنا اور اپنی بیوی کا مال دریا برد کرچکا تھا۔

اس طرح کتنے ہی گھر تنگ ظرفی اور بدخلقی کا شکار ہوجاتے ہیں، اور کتنے ہی گھر اس لیے ٹوٹ جاتے ہیں کہ احمق شوہر یا بیوی ایک معمولی سی بات کا بتنگڑ بنالیتے ہیں، چاہیے تو اس کا ایک ایک اچھا مطلب بھی نکال سکتے تھے لیکن بدخلقی انہیں یہ احساس دلاتی رہی کہ تم تو آج خوب ذلیل ہوئے اور اس ذلت کا برداشت کرنا تو ناممکن ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ عورت کو شوہر کے مقابلے میں زیادہ جھیلنا پڑتا ہے کہ مرد اپنی طاقت، اپنے اختیارات اور اپنی بڑائی کے زعم میں مبتلا رہتا ہے، الا یہ کہ عورت زبان دراز ہو، بدخلق ہو اور پھر اپنی گز بھر زبان اور تند لہجے کی بنا پر مرد کو اپنی بردباری اور شرافت کا جامہ اتارنے پر مجبور کردے، اور پھر کیا خوب تماشا ہوگا اگر بیوی مرد سے زیادہ جسمانی طور پر طاقتور ہو، یا زبان دراز ہو۔

یہ چند اسباب ہیں ہماری اجتماعی مشکلات کے، جو میں نے سارے کے سارے بیان نہیں کیے، بلکہ چند ایسے اسباب ذکر نہیں بھی کیے جو ہمارے سب کے علم میں ہیں، جیسے ساس بہو کے جھگڑے، بیوی اور نندوں کی باہم پیکار کہ جو ان مشکلات کا اسی فیصد تو یقیناً ہوں گے، لیکن ہم اگر مندرجہ ذیل حقائق کا لحاظ رکھیں تو بڑی حکمت سے ان کا تدارک کرسکتے ہیں۔

اول: ہم اکثر ازدواجی رشتوں کو مادی پیمانے سے ناپتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ کامیاب شادی کا راز خوبصورتی، دولت اور جاہ ومنصب میں پوشیدہ ہے، ان چیزوں کے ساتھ خوش بختی وابستہ ہوسکتی ہے، لیکن یہ صرف اپنی بنیاد پر خوش بختی عطا نہیں کرسکتے اور پھر یہ کہ تینوں چیزوں کو دوام حاصل نہیں، خوبصورتی ماند پڑجاتی ہے، دولت تتر بتر ہوسکتی ہے اور جاہ ومنصب چھوٹ سکتے ہیں اور جس چیز کی بنیاد ہی زوال اور تغیر پر ہو تو وہ خود زوال پذیر کیوں نہ ہوگی، اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم ازدواجی زندگی کو ایک معنوی اور روحانی پیمانے سے ناپیں یعنی ہم شوہر یا بیوی کے انتخاب کے وقت اس چیز کو بنیاد بنائیں جو ان دونوں میں باقی رہنے والی ہو نہ کہ قابل تبدیلی ہو، جو زمانہ کے ساتھ ساتھ تقویت پذیر ہو نہ کہ زوال پذیر، یہ چیز سوائے دین واخلاق کے اور کیا ہوسکتی ہے، ایسا شخص جو عقیدہ، تربیت اور اپنے دلی اطمینان کی بنا پر دیندار ہو تو وہ گھر میں چاہے شوہر ہو یا بیوی، محبت اور سلامتی کا گہوارہ بن کر رہے گا، وہ شخص جو حسن اخلاق کا مرقع ہو، چاہے

ماں ہو یا باپ، گھر میں اس شجرہ سایہ دار کی طرح ہوگا کہ جس سے سارا خاندان بہترین پھل چنتا نظر آئے گا اور وہ پھل کیا ہیں؟ نیک اولاد اور صالح اعمال۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے خوش بختی سے بھرپور ازدواجی زندگی کی اصل بنیادوں کو یہ کہہ کر واشگاف کردیا ہے: عورتوں سے صرف ان کی خوبصورتی کی بنا پر شادی نہ کرو کہ حسن بعض دفعہ انہیں ہلاک کردیتا ہے، انہیں ان کے مال ودولت کی بنا پر اپنا شریک حیات نہ بناؤ کہ مال سرکشی پر آمادہ کردیتا ہے، لیکن ہاں! ان سے دین کی بنیاد پر شادی کرو۔[ابن ماجہ]

اور یہ بھی ارشاد فرمایا: اگر تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ لے کر آئے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو پھر اپنے گھر کی بچی کے لیے اس کا رشتہ منظور کرلو اور اگر تم ایسا نہ کروگے تو پھر فتنہ برپا ہوگا اور بڑا فساد ہوگا۔[ترمذی]

اور بروایت دیلمی: جب برابر کا رشتہ آئے تو ان سے شادی کردو۔[فردوس للدیلمی]

دوم: ہم اس دین کے حامل ہیں جو ہمیں خوش اخلاقی کا درس دیتا ہے، اس لیے ہمیں اپنے اہل وعیال سے حد درجہ اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے، اللہ تعالیٰ مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: "وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـٴًـا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا"۔ [سورہ النساء/۱۹]

(اور ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ رہو اور اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تم کسی کو ناپسند کرو اور اسی میں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بہت سارا خیر رکھ دیتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے اچھا ہو۔[ابن ماجہ]

مجھے اس شخص سے گھن آتی ہے جو لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور چکنی چپڑی باتوں کے ساتھ پیش آتا ہے لیکن جوں ہی گھر آتا ہے تو اپنی بیوی سے ترش روئی اور تلخی سے بات کرتا ہے اور ایسے ہی اس عورت سے بھی جو ملاقاتی خواتین سے تو ہنس ہنس کر بات کرتی ہے، ان کے لیے خوب بن ٹھن کر جاتی ہے، لیکن اپنے شوہر کو دیکھتے ہی پینترا بدل لیتی ہے اور اپنی بد خلقی سے اس کا جینا حرام کردیتی ہے، یاد رکھیے کہ اگر ایک بری بات طوفان برپا کرسکتی ہے تو ایک اچھی بات دلوں کو قریب لانے کا بھی باعث ہوسکتی ہے۔

سوم: ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ زوجین میں ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا جذبہ انتہائی ضروری ہے، شادی کی بنیاد پر زوجین کا مستقبل زندگی کے آخر تک ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہوتا ہے، اگر ایک کو تنگ دستی، عسرت یا ذلت کا سابقہ ہو تو دوسرا بھی اس سے متاثر ہوتا ہے، اور اگر شوہر صرف اپنے میں مگن رہے اور عورت اپنے میں، تو انہوں نے اس مقدس رابطے کا قطعاً کوئی خیال نہیں رکھا، بلکہ ایک دوسرے کو صرف شراکت دار کی سی حیثیت دی جو عام طور پر دوسرے کا نقصان اور اپنا نفع چاہتے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا بدبختی ہوسکتی ہے، ہمارے اسلاف کا تو یہ دستور تھا کہ جب مرد گھر سے کام کے لیے نکلتا تو بیوی یا بچی اس سے یہ کہتی کہ: حرام نہ کمانا، ہم بھوک اور فاقہ تو سہہ سکتے ہیں لیکن آگ نہیں سہہ سکتے۔

امام بخاری نے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی یہ حکایت درج کی ہے، وہ کہتی ہیں: زبیرؓ نے جب مجھ سے شادی کی تو اس کے پاس سوائے ایک گھوڑے اور ایک اونٹ کے کچھ نہ تھا تو میں گھوڑے کو چارہ ڈالتی، اس کی دیکھ بھال کرتی، اونٹ کے لیے کھجور کی گٹھلیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی، کنویں میں ڈول ڈال کر پانی کھینچتی، ڈول کو ٹھیک ٹھاک کرتی، آٹا گوندھتی، میں دو تہائی فرسخ یعنی ایک گھنٹے کی مسافت سے اپنے سر پر گٹھلیوں کا ٹوکرا اٹھا کر لاتی، یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے میرے لیے ایک خادم کا انتظام کردیا، جس نے گھوڑے کی دیکھ بھال کا انتظام سنبھال لیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا گویا کسی نے مجھے آزاد کردیا ہو۔

سلف صالح کی خواتین اپنے شوہروں کو جہاد پر جانے کے لیے ابھارتی تھیں اور اپنے ساتھ اپنے بچوں کو بھی جنگی معرکوں میں لے جاتی تھیں، اس طرح ان کے شوہر اور بیٹے اپنے فرض کی ادائیگی میں انہیں بڑا اسہارا محسوس کرتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی: "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ" (اور کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تو اللہ اسے دوگنا چوگنا کردے)، تو ابو الدحداح انصاریؓ نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا اللہ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اسے قرض دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ہاں! اے ابوالدحداح! تو وہ کہتے ہیں، اللہ کے رسولؐ! اپنا ہاتھ دکھائیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا ہاتھ پکڑا دیا، تو وہ بول اٹھتے ہیں، اے اللہ کے رسولؐ! آپ گواہ رہیں، میں نے اپنے رب کو اپنا باغ قرض دے دیا، ان کا یہ باغ چھ سو کھجور کے درختوں پر مشتمل تھا اور اسی کے اندر ان کی بیوی ام الدحداحؓ اور بچے رہتے تھے، پھر وہ باغ تک آئے اور اپنی بیوی کو آواز دے

کر کہا: اے ام الدحداح! انہوں نے کہا: لبیک، کہا تم اور بچے باغ سے نکل آؤ کہ میں نے اس باغ کو اللہ کے ہاتھ قرض دے دیا ہے، اب ان کی بیوی نہ چلائیں، نہ اول فول بکی، نہ انہیں فہمائش کی، لیکن ان کے الفاظ کے ساتھ انہیں بشارت دی، اے ابوالدحداح! تمہارا یہ سودا سودمند ہوا، اور پھر اپنے بچے اور سامان لے کر نکل آئیں اور ایسے ہی زوجین خوش بختی کی زندگی گزارتے ہیں جب ان میں سے ہر ایک دوسرے کی زندگی گزارنے اور فرائض کے ادا کرنے پر مددگار رہتا ہے۔

اور آخری بات جو ہر میاں اور بیوی کو یاد رکھنی چاہیے کہ ہماری جان، صحت اور خوش بختی اتنی قیمتی ہے کہ اسے جھگڑوں اور لڑائیوں میں نہیں ضائع کرنا چاہیے، اور یہ بھی کہ ہم میں سے کوئی گھر میں آگ بگولہ ہوتے وقت جو اپنی صحت، اپنا وقت، اپنا راحت وآرام اور اپنی اعصابی طاقت برباد کرتا ہے، وہ اس مال سے کہیں زیادہ قیمتی ہے، جس کی خاطر یہ سارا غصہ کیا، اور اس شہرت وعزت سے بھی جس کی خاطر یہ سارا طوفان برپا کیا یا اس کوتاہی سے بھی جس کو وہ دور کرنا چاہتا ہے اور خاص طور پر جب کہ گھر میں چھوٹے بچے بھی ہوں جو اپنے ماں باپ کی ایک ایک حرکت سے متاثر ہوتے ہیں اور پھر اخلاق کے اعتبار سے بھی ان کی اٹھان ویسے ہی ہوتی ہے جیسے ان کے ماں باپ کی۔

خوش بختی ہی کل زندگی ہے، اس کے اسباب بازاروں، گلیوں، مدرسوں اور کلبوں میں تلاش کرنے سے قبل اپنے آپ میں اور اپنے گھروں میں تلاش کرو اور اسی میں خیر ہے۔

(ترجمہ: ڈاکٹر صہیب حسن، لندن)

☆☆☆☆☆

........بقیہ اداریہ) جب دین اسلام نے قرآن وحدیث اور مومنین مخلصین نے دنیا حاصل کرنے اور اس کی پاکیزہ چیزوں کو برتنے اور آرام وراحت کی زندگی گذارنے کے نہ صرف سنہرے ضابطے بیان کئے ہیں بلکہ اس کی مثالیں بھی پیش کردی ہیں اور اس وقت بے شمار ایسے خوشحال وخوش اطوار مسلمانوں کی مثالیں بھی موجود ہیں جو نہ صرف راحت کی زندگی گذار رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشی کے کاموں میں اپنے مال کو لگا کر غریبوں محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں کی دعا اس طرح لے رہے ہیں کہ ان کے روئیں روئیں سے ان کے لئے دعا نکلتی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی ان کے مال وعزت کو برابر بڑھاتا جاتا ہے۔ اور آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ تو ایسا ہوگا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور کان نے سنا ہوگا نہ ہی کسی انسان کے خیال وگمان میں آیا ہوگا۔

"ما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر". اب ہم ایک غریب، مسکین مسلمان کے ایمان کی مضبوطی کا واقعہ بیان کرکے سلسلۂ کلام ختم کرتے ہیں کہ شاید وہ دین سے دور بندۂ مومن کو روشنی دکھانے کا کام دے اور دنیا کے مزے میں بدمست منکرین خدا کی خوش حالی کی حقیقت سامنے کردے۔

واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ ایک غریب مسلمان اور ایک دیوی دیوتا کا پجاری مچھلی کے شکار کو گئے، مسلمان بسم اللہ کرکے کانٹا یا جال پانی میں پھینکتا لیکن مچھلی نہ پھنستی پورا دن گذر گیا اور اس کو ایک مچھلی بھی نہ ملی، دوسرا شخص اپنے دیوتا کا نام لے کر جال ڈالتا اور ہر بار مچھلی پھنستی حتیٰ کہ شام تک مچھلی کا ڈھیر لگ گیا، اس منظر کو دیکھ کر مسلمان کے دل میں قطعاً یہ خیال نہ آیا کہ وہ اپنے مالک کا باغی بن کر دیوتا کے نام پر جال ڈالے، شام کو جب گھر واپسی کا وقت ہوا تو پجاری نے کہا ہماری مچھلیاں گھر تک پہنچانے کی مدد کرو، تمہارے بچوں کے کھانے کے لئے مچھلی لے دوں گا، تم تو خالی ہاتھ ہو۔

حکایت میں منقول ہے کہ فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ! آپ نے منکر و باغی کو اس طرح نوازہ اور اپنے مومن بندہ کو اس طرح محروم رکھا اس میں کیا راز ہے؟ جواب ملا اپنے منکر کی ہر کامیابی پر جہنم میں اس کے عذاب کی سختی بڑھاتا جارہا تھا اور اپنے مؤمن بندے کی اس استقامت اور منکر کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے بھی ایمان پر جمے رہنے کے بدلہ میں جنت میں اس کا درجہ بڑھاتا جارہا تھا۔

ہر ابتلا وآزمائش کے وقت دین وایمان پر جمے رہنا ہی مؤمن کی شان ہے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے بارے میں ایسی جامع بات فرمادیجئے کہ آپ کے بعد پھر کسی اور سے اس کے بارے میں نہ سوال کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اسی پر جم جاؤ: "قل آمنت بالله ثم استقم"۔

حکایت میں مذکور ایک نادار غریب بندہ مؤمن کا ایمان پر ثابت قدم رہنا ہمارے لیے کتنا بڑا سبق ہے۔ ذاتی نفع وفائدہ کے حصول کے لیے موجودہ ماحول میں بہت سے مسلمانوں کا کیا حال ہو رہا ہے؟! اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے ہمیں ہمت وحوصلہ دیں اور ہماری عبرت کی آنکھیں کھول دیں کہ اس کے علاوہ کسی کے بس میں کچھ نہیں!

☆☆☆☆☆

نبوت وولایت

معجزات وکرامات

مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس ناپائیدار عارضی دنیا میں ہم انسانوں کی جسمانی ضرورتوں اور حاجتوں کے پورا کرنے کے لیے ایک مخصوص نظام بنایا ہے، جس سے ہم ہروقت مستفید ہوتے ہیں، پیاس لگتی ہے تو پانی تلاش کرتے ہیں اور سردی لگتی ہے تو آگ کی جستجو ہوتی ہے، پانی حاصل کرنے کے لیے ندی یا تالاب ڈھونڈتے ہیں تو آگ کے لیے بجلی، مٹی کا تیل یا لکڑی تلاش کرتے ہیں، بھوک لگتی ہے تو کھانا کھاتے ہیں اور تھکن سے پریشان ہوتے ہیں تو سو جاتے ہیں، اس لیے کہ یہ جہاں اسباب کی دنیا ہے، یہاں ہر کام کسی نہ کسی سبب سے انجام پاتا ہے۔

کرنے والی ذات رب الاسباب کی ہے جو اسباب کا خالق ومالک ہے اور جملہ اسباب کی زمام کار اسی کے قبضہ قدرت میں ہے بغیر اس کی اجازت کے کوئی سبب کچھ کام نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ درخت کا ایک پتہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں گرسکتا۔

جس طرح ہماری جسمانی حاجات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کا جال بچھا رکھا ہے، حالانکہ جسم عارضی وفانی ہے، ارشاد ربانی ہے: "مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ" (ہم نے تم کو اسی (مٹی) سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹا دیں گے) اس سے ہروقت ہم سب کو سابقہ پڑتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری معنوی وحقیقی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے بھی ایک نظام بنا رکھا ہے جس کے مطابق اپنے کو ڈھالنے اور اس پر چلنے سے ہماری معنوی ضرورتیں بھی پوری ہوتی ہیں اور جسمانی طور پر بھی ہمیں سکون چین حاصل ہوتا ہے، بلکہ آئندہ پیش آنے والی حقیقی، ابدی زندگی میں کامیابی بھی حاصل ہوتی ہے۔

معنوی زندگی کا تعلق چونکہ روح سے ہے جو امر الٰہی اور بالائی حکم ہے، اس لیے اس روحانی نظام کے لیے بھی ایک ایسا نظام ہے جس کا تعلق عالم بالا سے ہے، وہیں سے وہ سارا نظام بنتا اور چلتا ہے اور ہم تک پہنچتا ہے، اس نظام کا بانی بھی پرودگار اعلیٰ ہے، اور جس کے ذریعہ اس کو چلایا جاتا ہے وہ بھی ("ملٰئکہ" فرشتے) عالم بالا کی مخلوق ہوتے ہیں، جو گناہوں سے پاک اور حکم خداوندی کے اطاعت شعار ہوتے ہیں: "لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ"، ہر تہمت سے پاک اور امانت دار ہوتے ہیں، "نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ"، اور عام انسانوں تک اس نظام کے پہنچانے کے لیے جن انسانی ہستیوں کو منتخب کیا جاتا ہے وہ بھی اعلیٰ طبقہ کے اعلیٰ درجہ کے منتخب انسان ہوتے ہیں، جن کی ہر طرح کی بلندی عام انسانوں کے نزدیک مسلم ہوتی ہے، ان ہی کو نبوت ورسالت سے نواز کر نبی ورسول بنا کر بھیجا جاتا ہے، وہ شکل وصورت اور صوت وآواز میں حسن کے مالک ہوتے ہیں، وہ حضرات جس قوم وبرادری میں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت وپیغام رسانی کا کام کرنا ہوتا ہے، انہیں میں پیدا ہوتے ہیں، بلند صلاحیتوں اور اعلیٰ اقدار کے مالک ہوتے ہیں، قوم کی بڑی امیدیں ان سے وابستہ ہوتی ہیں اور قوم یہ کہنے پر مجبور ہوتی ہے کہ: "لَقَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا" (تم سے ہم بڑی امیدیں رکھتے تھے) اور بلند اقدار کو دیکھ کر "الصادق الامین" کے لقب سے نوازے جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے جن لوگوں کی فطرت میں سلامتی ہوتی ہے، وہ ان کی بات فوراً قبول کرتے ہیں، کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ذرا سوچ کر ان کی بات کے تسلیم کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں، لیکن ایک طبقہ وہ بھی ہوتا ہے جس کو ان کی بات ماننے میں اپنے مفادات قربان ہوتے نظر آتے ہیں، بلکہ ایسے لوگ اس بات سے بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں عالم لوگ ان نبیوں کی بات تسلیم نہ کرلیں کیونکہ اپنی چودھراہٹ وسرداری کا اس میں بھی بھاری نقصان ان کو دکھائی دیتا ہے۔

اسی وجہ سے ایسے لوگ خود بھی ان نبیوں کی مخالفت کرتے ہیں اور عوام کو بھی ان کی بات ماننے سے روکنے کی سازشیں کرتے ہیں، آخر کچھ نہ بننے پر وہ نبیوں سے ایسی باتوں کا مطالبہ کرتے ہیں جو عام انسانی دنیا میں انہونی ہوتی ہیں، لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی صداقت ثابت کرنے کے لیے ان ظاہراً انہونی باتوں کو بھی ان کے ہاتھوں صادر کر کے دکھاتے ہیں، اسی خرق عادت (عمومی نظام کے خلاف) بات کو معجزہ کہا جاتا ہے کیونکہ اب مخالفین ان کے پیغام کی تکذیب سے عاجز ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ہم

اس کو معجزہ کہتے ہیں حالانکہ قرآنی زبان میں اس کو معجزہ نہیں کہا گیا بلکہ آیت (آیات) اور دلیل و برہان کہا گیا ہے کیونکہ ان انبیاءؑ کی صداقت کی واضح کھلی ہوئی نشانیاں ہوتی ہیں۔

لیکن چونکہ ہٹ دھرمی والوں کو ان کی سچائی نہیں معلوم کرنی ہوتی، بلکہ وہ ان کی سچائی کو تو خود جانتے ہیں: "واستيقنتها أنفسهم" (ان کے دلوں کو ان باتوں کا یقین ہوتا ہے) اس لیے ان معجزات کے دیکھنے سے ان کو ہدایت نہیں ملتی، البتہ ان کے بالقصد تکذیب اور حق کی مخالفت پر حجت قائم ہوجاتی ہے، چنانچہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکذیب کرنے والوں کی ہلاکت کے فیصلہ کے علاوہ کوئی سبیل نہیں رہ جاتی تا کہ تصدیق کرنے والوں کو بھی اپنی تصدیق کی حقانیت معلوم ہوکر مزید انشراح صدر نصیب ہو۔

جس قوم میں وہ نبی بنا کر بھیجے جاتے ہیں، عام طور پر معجزہ کا مطالبہ مرسل الیہ قوم کی طرف سے ہوتا ہے جو ایک طرح سے نبی کو عاجز کرنے کی مذموم کوشش اور گستاخی ہوتی ہے، ان کو سزا ملنے میں ان کی گستاخی بھی شامل ہوتی ہے اور ان کو بدنصیب بناتی ہے ع

با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب

بہت سے سادہ لوح، سحر، شعبدہ بازی اور معجزہ میں فرق نہیں سمجھ پاتے، لیکن جب ایسے لوگوں کے سامنے حقیقت آجاتی ہے تو وہ حق کے ماننے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور بڑی سے بڑی قوت ان کو نبوت کی حقانیت تسلیم کرنے سے روک نہیں سکتی۔

اسی لیے ساحرین فرعون جو گستاخ نہیں تھے، بلکہ حقیقت ان کے سامنے واضح نہ ہونے کی وجہ سے معجزات موسیٰؑ کو بھی جادو ہی سمجھ رہے تھے مگر جب بات واضح ہوگئی کہ یہ جادو نہیں بلکہ حقیقت ہے تو فوراً سر تسلیم خم کردیا اور اعلان کردیا کہ: "آمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِينَ رَبِّ مُوسٰى وَهَارُونَ" (ہم رب العالمین پر جو موسیٰ وہارون کا رب ہے، ایمان لائے) یہاں تک کہ فرعون جو ظاہری تمام قوتوں کا مالک تھا اور جو دل ودماغ میں آتا، کر گذرتا تھا، ان کو بھی آخری درجہ کی سخت ترین دھمکی دی تو انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ "فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ" (تم جو چاہو فیصلہ کرو) پکار اٹھے کیونکہ ان کے سامنے آخرت کی زندگی کا مسئلہ تھا جو دنیوی مسائل سے بہت بڑا مسئلہ تھا چنانچہ صراحت سے انہوں نے کہدیا: "إِنَّمَا تَقْضِي هٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا" (تم دنیا ہی کا فیصلہ کرسکتے ہو)۔

معجزہ، کرامت، جادو، شعبدہ بازی بادی النظر میں ایک جیسے معلومات ہوتے ہیں مگر معجزہ و کرامت حقیقت ہوتے ہیں اور دیگر محض دھوکہ، معجزہ وکرامت میں بھی ایک لحاظ سے ایک طرح کا ہونے کے باوجود فرق ہوتا ہے، معجزہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے نہ کہ نبی کا اپنے ارادہ و اختیار سے، اسی طرح کرامت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوتی ہے، بندہ کی مشیت واختیار کا اس میں کوئی اثر نہیں ہوتا، مگر معجزہ یقینی ہوتا ہے اور قرآن مجید میں مذکور معجزات کا بھی حق ماننا ایسا ہی ضروری ہوتا ہے جیسے دیگر باتوں کا ماننا جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔

کرامت میں عزت وتکریم ہے جو کسی اللہ کے بندہ سے لوگوں کی نظر میں اس کی عزت ومقام بڑھانے کے لیے صادر کرائی جاتی ہے، جس بندہ سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے، وہ پہلے سے خدا کا مقبول بندہ ہوتا ہے، اسی لیے: "أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" (آگاہ رہو! اللہ کے اولیاء پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں) کے ساتھ صراحۃً مذکور ہوا کہ: "الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ" (اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں)۔

ہر ولی سے کرامت کا ظہور ضروری نہیں کہ جس سے کرامت کا ظہور نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ اور ولی نہیں ہے، اس لیے کہ ولایت کا تعلق ایمان اور عمل صالح سے ہوتا ہے جو علم اور نیک بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، اسی وجہ سے یہ بات اجماعی طور پر تسلیم کرلی گئی کہ

بے علم نہ تواں خدارا شناخت

نیز یہ کہ ع

صحبت صالح ترا صالح کند

اسی وجہ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سب اللہ تعالیٰ کے ولی بلکہ ہمارے اصطلاحی اولیاء سے بہت بڑھ کر ہیں کہ ان کی ولایت قطعی ہے، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ اصلاً انہیں کے لیے ہے، دوسری کے لیے ان کی اتباع میں ہے۔

ان تمام صحابہؓ میں بھی علم اور صحبت کی بنیادیں پختہ تھیں، صحبت تو ظاہر ہے کہ اسی وجہ سے صحابی کہلائے، اور علم کا یہ حال ہے ان میں کی باندی تک "امر" (حکم) اور "شفاعت" (سفارش) کا فرق سمجھتی تھی جس کو عوام تو کیا خواص بھی شاید نہ سمجھتے ہوں گے، اور بوڑھی عورت تک حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی جیسے جلیل القدر صحابی کی بات کی قرآن مجید کی آیت سے استدلال کر کے تردید کرنے کی جرأت کرتی تھی جس کو حضرت عمرؓ بھی برملا قبول

کر لیتے تھے۔

اولیاء اللہ کے بارے میں یہ تصور کہ اولیاء اللہ با اختیار ہوتے ہیں اور جو بات چاہیں خرق عادت کے طور پر کر سکتے ہیں، غلط ہے، کرامت سے بہت بڑھ کر معجزہ ہے، جنگ بدر میں ایسے شدید حالات تھے کہ اسلام کے ہمیشہ کے لیے بقاء و خاتمہ کا مسئلہ تھا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ سے اس طرح آہ وزاری کر رہے تھے کہ دیکھنے والوں سے دیکھا نہ جاتا تھا اور عرض کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یا رسول اللہ! بس فرمایئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔

خود اللہ کے ولی، اللہ تعالیٰ کی عظمت جو ان کے پیش نظر ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں بندوں کی طرف سے ان کا اکرام دیکھ کر شرماتے ہیں، بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے ان کی باتیں (کرامتیں) نہ آئیں۔

کرامت کا صحیح ہونا قرآن سے، حدیث سے، سیرت صحابہ سے، اور تاریخ اولیاء سے ثابت ہے، جو اللہ تعالیٰ کے شکور اور اپنے نیک بندوں کی مساعی کی قدر دانی کے طور پر ہے، نہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر طرح کے اختیار حوالہ کر دینے کے طور پر کہ وہ جو چاہیں کر لیں یا اللہ تعالیٰ کو اپنی بات ماننے پر مجبور کر دیں۔

جو کچھ ہے محض فضل خداوندی ہے، اور بندوں کا دعا میں اصرار یہ اس کی کریم ذات کے فضل و کرم کی بنیاد پر ہے، ورنہ دوسری جانب خدا خدا ہے، مختار کل، قادر مطلق ہے، باقی سب اس کے غلام اور اس کے بندے ہیں۔ "اللّٰهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه"۔

☆☆☆☆☆

وقت کا ایک ضروری اور اہم خطاب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

آج مانٹیسری اسکول، نرسری اسکول اور کڈس گارڈن وغیرہ قسم کے اسکول نہایت ضروری ہو گئے ہیں، ہم مسلمانوں کو توجہ دلائیں گے کہ اب صرف کنویں بنانا اور مسجد کے مقابلے میں مسجد بنانا، یہی ایک نیکی کا کام نہیں ہے، بلکہ بڑی نیکی یہ ہے کہ آپ نئی نسل کو کفر و شرک اور الحاد و دہریت سے بچائیں، اس کے لیے ایسے معیاری اسکول قائم کریں، جن کا انتظام اور جن کی تعلیم اور اساتذہ کا معیار کسی طرح ان اسکولوں سے کم نہ ہو جنھیں برادران وطن نے قائم کیے ہیں، بلکہ ان سے بہتر ہونا چاہیے، مسلمانوں کو ہر میدان میں سبقت لے جانی چاہیے، اور پھر ان اسکولوں کا ڈسپلن، رکھ رکھاؤ، صفائی ستھرائی اور نظم و نسق وغیرہ ہر طرح سے ایسا ہو کہ کھاتے پیتے لوگ اپنے بچوں کو وہاں بھیجنے میں ذرا بھی تامل نہ کریں، آپ سب جانتے ہیں کہ میں مدرسہ کا آدمی ہوں اور عربی مدارس کی دعوت دیتا ہوں، لیکن اس کے ساتھ میں ہی آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ اب آپ زمانے کو سمجھئے اور ہر جگہ ایسے اسکول قائم کیجیے جہاں خوش حال اور تعلیم یافتہ لوگ اپنے بچوں کو بے تکلف بھیجیں، ان کے لیے ایسے اسکولوں کا قائم کرنا آج بہت ضروری ہو گیا ہے کہ جہاں بنیادی دینیات سے واقفیت ہو جائیں، نماز اور روزے کے پابند ہو جائیں، اردو پڑھ لکھ سکیں اور اسلام کی خوبی کا نقش ان پر قائم ہو جائے، وہ اپنے مسلمان ہونے پر فخر کریں، اور اس کی کوشش کریں کہ مسلمان رہیں۔

دوسری اہم بات یہ کہ یہ طلبہ نہ صرف یہ کہ ان طلبہ کے برابر تیار ہوں جو غیر مسلم اسکولوں میں پڑھتے ہیں بلکہ ان کا تعلیمی نتیجہ ان سے بہتر ہونا چاہیے، اگر آپ اس میں کامیاب ہوئے تو بڑی خدمت انجام دیں گے، آپ کبھی یہ نہ سمجھئے گا کہ عصری اسکول قائم کر کے کوئی غلط کام کر رہے ہیں، کوئی صاحب اگر آپ کو اس میں وسوسہ پیدا کریں کہ میاں! کس جھنجھٹ میں پڑے رہو، سیدھے سیدھے ایک سرائے بناؤ، یا کسی لنگر کا انتظام کرو، یا مسجد میں ایک اور مینار کا اضافہ کر دو، تو ایسے لوگوں کی باتوں میں آپ نہ آیئے گا، آپ جو کام کر رہے ہیں، اس کو ہم سراہتے ہیں، اس کی قدر کرتے ہیں اور ہم خود اس کی اہمیت و ضرورت کو سمجھتے ہیں۔

[تحفۂ انسانیت]

منیجر "تعمیر حیات" کو صدمہ، والدہ ماجدہ کی رحلت

جناب نیاز احمد اعظمی منیجر "تعمیر حیات" کی والدہ ماجدہ عشرت النساء کا ۶۵ سال کی عمر میں ۳۰ را پریل ۲۰۱۳ء/ ۱۸ ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ بروز منگل دوران علاج اقصیٰ ہسپتال، اعظم گڑھ میں انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ مولانا عبد الرشید قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ نے پڑھائی، اعزہ و اقرباء، اہل تعلق اور عوام الناس کی ایک جم غفیر کی موجودگی میں آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

مرحومہ نیک، دیندار، با اخلاق اور نماز و تلاوت کی پابند خاتون تھیں، پسماندگان میں ۴ بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اہل خانہ کو صبر جمیل دے، مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، قارئین "تعمیر حیات" سے دعا کی درخواست ہے۔

☆☆☆

دینی مکاتب

اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ!

ڈاکٹر حافظ ہارون رشید صدیقی

آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے تحت ہمارا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد قبر کی ایک طویل زندگی ہے، قبر سے مراد صرف وہ گڑھا نہیں ہے جس میں مرنے کے بعد انسان سپرد خاک کیا جاتا ہے، اس لئے کہ لاتعداد انسان دفن ہی نہیں ہوتے، کتنوں کو کوئی جانور کھا لیتا ہے، کتنے جل کر یا پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور ہمارے وطنی بھائی اکثر اپنے مردوں کو جلا کر راکھ بنا دیتے ہیں، اس طرح اکثر انسانوں کی قبریں نہیں بنتی ہیں، لہٰذا قبر سے میری مراد عالم برزخ کا وہ مقام ہے جہاں انسانی روحیں رکھی جاتی ہیں اور تا قیامت وہ وہیں رہیں گی، البتہ جن مسلمانوں کی قبریں یہاں بنیں اور جب تک وہ قائم رہیں گی ان قبروں کا عالم برزخ کی قبروں سے خاص تعلق رہتا ہے، جبھی تو مسلمانوں کے قبرستان میں یا کسی بھی مسلمان کی قبر پر حاضری کے وقت صاحب قبور پر یا اصحاب قبر پر سلام پڑھنا مسنون ہے۔

کہنا یہ ہے کہ قبر کی اس طویل زندگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبروں کے مطابق وہاں یا آرام واطمینان ہے یا مسلسل تکلیفوں کا سامنا ہوگا، اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے (آمین)۔

پھر قیامت کا سخت عذاب آئے گا، پہلے صور پر سب کچھ تباہ ہو جائے گا، دوسرے صور پر سب زندہ ہوں گے، میدان حشر قائم ہوگا، بندوں کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا، کسی کے لئے جنت کا فیصلہ ہوگا تو کسی کے لئے جہنم کا فیصلہ ہوگا، جنت کی زندگی میں اللہ کی رضا حاصل ہوگی، اللہ کا دیدار ہوگا اور وہ نعمتیں ملیں گی جن کو انسان سوچ بھی نہیں سکتا، لیکن جہنم کی زندگی اتنی تکلیف دہ ہوگی جس کا تصور بھی ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔

اسی جہنم کی آگ سے بچنے اور اپنے گھر والوں کو بچانے کا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا اور فرمایا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا" [التحریم: ٦] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں "اللّٰهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم وأعوذ بك من عذاب القبر...إلى آخر الدعاء" آج ہر امتی یہ دعا اپنائے ہوئے ہے، کتاب وسنت سے یہ بھی واضح ہے کہ قبر کے طویل عذاب اور جہنم کے عذاب سے بچنے اور قبر میں آرام پانے اور اللہ کی رضا کے ساتھ جنت کے حصول کا واحد ذریعہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیقات کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم ان سطور کے پڑھنے والوں سے درخواست کریں گے کہ اولاً وہ اپنی زندگی پر نظر ڈالیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گزر رہی ہے یا نہیں؟ مجھے امید ہے کہ ضرور اسلامی زندگی گزر رہی ہوگی، پھر دیکھیں کہ آپ کے متعلقین گھر کے بالغ مرد اور بالغ عورتیں اور اپنے پاس پڑوس کے بالغ مرد اور عورتیں نماز کے پابند ہیں یا نہیں، وہ شریعت کو اپنائے ہوئے ہیں یا نہیں؟ میں دعوی سے کہتا ہوں کہ شیطان نے بہت سے بھائی بہنوں کو ورغلا کر نماز سے محروم کر رکھا ہوگا اور آزاد زندگی گزارنے پر لگا رکھا ہوگا، اس لئے کہ اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ اولاد آدم کو بے راہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نے بھی مصلحتاً اس کو چھوٹ دیتے ہوئے فرما دیا کہ میرے خاص بندوں پر تیرا زور نہ چل سکے گا، "إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ" [الحجر: ٤٢]۔

لہٰذا ہم کو اپنے گھر اور پاس پڑوس کے ایسے بالغ مرد اور عورتوں کو کوشش کر کے ان شیطان کے جال سے نکال کر دین پر لانے کی کوشش کرنا چاہئے، وقت نکال کر ایسے بالغ مردوں سے ملیں ان کو آخرت کی حقیقت سے آگاہ کر کے نماز کا پابند بنانے کی کوشش کریں اور ان کو تمام برائیوں سے نکال کر اسلامی زندگی پر لانے کی کوشش کریں ساتھ ہی ان ہی کے ذریعہ ان کی عورتوں کی اصلاح کی بھی کوشش کریں، اس سلسلہ میں تنہا تنہا کام کرنے میں کامیابی کی کم امید ہے، لہٰذا دیندار لوگ جماعت بنا کر یہ کام کریں، تبلیغی جماعت اس سلسلہ میں بہت کامیاب ہے، تبلیغی جماعت سے تعلق پیدا کر کے اپنے گھر اور پاس پڑوس کی بھرپور اصلاح کی کوشش کریں۔

بچوں کی دینی تعلیم

اس سلسلہ میں بڑا اہم کام یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم کی فکر کریں اللہ کا شکر ہے کہ دینی تعلیمی کونسل، انجمن تعلیمات دین اور بہت سے دینداروں کی کوششوں کے بے شمار دینی مکاتب قائم ہیں جن میں بچوں کی دینی تعلیم کا اچھا نظم ہے، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اب بھی بہت سے گاؤں اور محلے ایسے ہیں جہاں مسلم بچوں کی دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے، ہم اپنے قاریوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے اردگرد کا جائزہ لیں اور جہاں

مسلم بچوں کی دینی تعلیم کا کوئی نظم نہ ہو کوشش کر کے وہاں دینی مکاتب قائم کریں، لیکن ایسے گاؤں یا محلے بھی ملیں گے جہاں کے مسلمانوں کی مالی حالت ایسی نہ ہوگی کہ وہ دینی مکتب کے مصارف برداشت کر سکیں، ایسی جگہوں پر چاہئے کہ جن کو اللہ نے مالی وسعت دی ہے وہ وہاں کے مکتبوں کے مصارف برداشت کر کے مکاتب قائم کریں، یا پھر کچھ پڑھے لکھے دینداروں سے شام کا کچھ وقت اللہ واسطے نکالیں اور بچوں کی دینی تعلیم کا سلسلہ چلائیں، یہ کام پڑھی لکھی دیندار عورتیں بھی بہت اچھے ڈھنگ سے کر سکتی ہیں۔

دینی مکاتب پر ایک نظر

یہ بات صحیح ہے کہ جہاں بھی دینی مکاتب قائم ہیں وہاں تعلیم کے لئے کسی حافظ یا مولوی کو رکھا گیا ہے، اور ہونا بھی یہی چاہئے اس لئے کہ مولوی یا حافظ ہی بچوں کو قرآن مجید صحت کے ساتھ پڑھا سکتا ہے اور دینی کتابیں پڑھا کر ان کو دینی اعمال صحیح طور پر سکھا سکتا ہے، یہ مکاتب اگر پورے دن کے ہیں تو وہاں کے طلبہ دنیاوی زندگی میں کام آنے والے علوم حساب، ہندی، انگریزی اور عام سائنس وغیرہ سے محروم رہ جاتے ہیں، لہٰذا چاہئے کہ پورے وقت کے دینی مکاتب میں دینی علوم کے ساتھ یہ دنیاوی علوم بھی ضرور پڑھائے جائیں۔

مسائل ومشکلات

آج کل سرکاری اسکولوں میں بڑی سرگرمیاں ہیں، یہ اچھی بات ہے، ساتھ ہی سرکاری اسکولوں میں دوپہر کا کھانا یا اس کا بدل ملتا ہے، اور بھی دوسری سہولیات مہیا کی جاتی ہیں، اس کے سبب ہمارے اکثر بھائی اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں میں داخلہ دلاتے ہیں، جس کے سبب عام طور سے ہمارے دینی مکاتب کو پورے وقت کے لئے طلبہ نہیں مل رہے ہیں، ہمارے شہر لکھنؤ میں بھی جو مکاتب ندوہ کی جانب سے شہر میں چل رہے ہیں ان میں اکثر مکتبوں میں طلبہ کی مطلوبہ تعداد نہیں ہے، کچھ طلبہ تو سرکاری اسکولوں میں بھی نام لکھائے ہوئے ہیں اور مکتب میں بھی، مکتب میں کچھ وقت دے کر وہ سرکاری اسکول چلے جاتے ہیں، اس مشکل کا سامنا کس طرح کیا جائے۔

پہلی بات تو یہ کہ ہم اپنے مکاتب کی تعلیم پر دھیان دیں اور اس میں جو کمیاں ہیں ان کو دور کریں، اگر ہمارے مکاتب میں حساب، سائنس، سماجی علوم، ہندی، انگریزی کی معیاری تعلیم نہیں ہے تو جو والدین اپنے بچوں کو پرائمری کے بعد بھی پڑھانا چاہتے ہیں اور چاہتے بھی کہ وہ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دیں ایسے والدین اپنے بچوں کو ہمارے مکاتب میں نہ بھیجیں گے، اور اگر ان کا ذہن دینی ہوا تو قرآن شریف اور دینیات کی تعلیم کی خاطر کچھ وقت کے لیے مکتب میں بھیجیں گے، اگر ہم اردو، دینیات اور قرآن مجید کے ساتھ مذکورہ دنیاوی علوم بہتر ڈھنگ سے پڑھائیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اپنے بچے ایسے مکتب میں نہ بھیجیں۔

ساتھ ہی ہم کو کسی ایسے اسکول سے رابطہ رکھنا چاہیے جو ہمارے بچوں کو پانچویں کے بعد چھٹے میں داخلہ دیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی اسکول سے رابطہ قائم کر کے پانچویں کا امتحان سرکاری طور پر دلا دیں تا کہ جو طلبہ چھٹے میں داخلہ چاہتے ہیں ان کو کوئی دشواری نہ ہو، ہمارے ندوہ کے مکاتب کے پانچویں کے سرٹیفکٹ پر کئی اسکولوں میں چھٹے میں داخلہ مل جاتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ سرکاری ضابطہ بن چکا ہے کہ چودہ (۱۴) سال کی عمر تک ہر بچہ کو سرکاری جانب سے منظور شدہ اسکول ہی میں پڑھنا پڑے گا، اگر کوئی غیر منظور شدہ ایسے بچوں کو اپنے ادارہ میں پڑھائے گا تو اس پر بھاری جرمانہ ہوگا، اللہ کا شکر ہے کہ اس ضابطہ کا نفاذ ابھی نہیں ہوا ہے، اور ہماری اسلامی تنظیمیں کوشش میں ہیں کہ ہمارے دینی مکاتب اس سے مستثنیٰ رہیں اور ان شاء اللہ یہی ہوگا، لیکن اگر خدانخواستہ یہ ضابطہ نافذ ہوگیا تو کیا ہم ہمت ہار جائیں گے؟ اور بچوں کی دینی تعلیم کی فکر نہ کریں گے؟ ان شاء اللہ ایسا نہ ہوگا، بہت جگہ اس پر توجہ کی جارہی ہے اور سال (شام کے) مکاتب کا نظم کیا جارہا ہے، سرکاری اسکولوں کی تعلیم دن کے اوقات میں ہوتی ہے، شام کے اوقات میں طلبہ کو اختیار ہے جو چاہیں سیکھیں جو چاہیں پڑھیں ندوہ کی جانب سے بہسہ گاؤں میں اس کا تجربہ کیا گیا، جو بہت کامیاب ہے، شام کے اوقات میں سرکاری اسکولوں کے سبھی مسلم بچے شام کے مکتب میں قرآن شریف، دینیات اور اردو پڑھنے کے لئے آتے ہیں، محلّہ چکمنڈی میں بھی کچھ لوگوں نے شام کے دینی مکتب کا نظم کیا ہے، جو بہت زیادہ کامیاب ہے، ہم اپنے بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ جہاں دینی مکاتب نہیں ہیں وہاں کے لوگ اگر صرف شام کے دینی مکتبوں کا نظم کریں تو کم خرچ میں بڑا کام ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق سے نوازے۔

سرکار کی اسکیم ہے بچے چلیں اسکول
کھانا وہیں کھائیں اور دن بھر رہیں مشغول
اسکیم ہے شیطان کی اسلام نہ پھیلے
اللہ کا ہے فیصلہ چاٹے گا وہ تو دھول

....

کوشش کرو کہ دن میں ہی مکتب کی ہو تعلیم
پھر بھی اگر مانع ہو سرکار کی اسکیم
کر لو نجی خدمات کے اوقات میں ترمیم
اور شام کو دو بچوں کو تم دین کی تعلیم

☆☆☆☆☆

احوال وکوائف

شام کی تازہ صورت حال

مولانا سید عنایت اللہ ندوی

عرب بہاریہ کا پانچواں پڑاؤ شام ہے جہاں لیبیا پر ناٹو کے فضائی حملوں کے شروع ہونے کے دوسرے دن ۲۱؍ مارچ ۲۰۱۱ء سے حکومت مخالف مظاہرے شروع ہوئے۔ مظاہرے شروع ہوتے ہی پُر امن مظاہرین پر بشارالاسد کی فوج نے فائرنگ شروع کر دی، اور پہلے ہی دن سے ہلاکتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، صرف دس دن کے اندر ۳۱؍ مارچ تک ۷۵؍ مظاہرین، فوج کی گولیوں سے شہید ہوگئے۔ بشار نے چاہا تھا کہ شروع ہی میں تشدد کے ذریعہ مظاہروں کو روک دیا جائے گا لیکن مظاہروں کا سلسلہ تھمنے کے بجائے مزید بڑھتا اور پھیلتا گیا، پورے ملک کے گوشہ گوشہ میں حکومت کے خلاف مظاہرے ہونے لگے، ایک مہینے تک تو صرف مظاہرین حکومتی افواج کی گولیوں کا شکار ہو کر مرتے ہی رہے، اس کے بعد مظاہرین اور مسلح افواج کے درمیان تصادم اور جھڑپوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ۲۴؍اپریل تک مظاہروں کے دوران مرنے والوں کی تعداد ۳۰۰؍تک پہنچ گئی۔ ۲۵؍ اپریل کو شام کے جنوبی شہر حورعا میں مخالفین کو کچلنے کے لیے بشار نے ٹینکوں اور بکتر بندگاڑیوں کے ساتھ سیکڑوں فوجی دستوں کو داخل کر دیا۔ ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کی گولہ باریوں سے ہلاکتوں میں بے تحاشا اضافہ ہوگیا۔ ۱۰؍مئی کو شام کے تمام شہروں میں مظاہروں کو روکنے کے لئے بشار نے ٹینک تعینات کر دیے اور ۱۰؍ ہزار سے زائد مظاہرین کو گرفتار کر کے لاپتہ کر دیا جب کہ فوجیوں کی گولہ باری سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد صرف دو مہینوں کے دوران ۱۰۰۰؍ہزار تک پہنچ گئی۔

۷؍جون کو پہلی مرتبہ انقلابیوں نے جسر الشعور نامی شہر پر اپنا کنٹرول قائم کر کے ایک بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ ادھر بشار کی افواج کی گولہ باری سے تنگ آ کر شام کے سنی مسلمانوں نے سرحد عبور کر کے ترکی میں پناہ لینی شروع کر دی، ۱۲؍جون تک پناہ گزینوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ بشار رجیم نے مظالم کی انتہا کر دی، اس کی افواج نے تمام شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں ٹینک کو داخل کر کے اندھا دھند فائرنگ کرنا، گھروں کو مسمار کرنا، اور فصلوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ ۸؍اگست کو خلیج تعاون کونسل نے شامی حکومت کو شہریوں پر مظالم ڈھانے اور انہیں اندھا دھند فائرنگ کے ذریعہ ہلاک کرنے پر سخت وارننگ دی، تمام خلیجی ممالک نے اپنے سفیروں کو شام سے واپس بلا لیا۔ ۲۰؍ستمبر تک گزشتہ چھ ماہ کے دوران شامی افواج کی گولہ باری سے مرنے والوں کی تعداد ۲۷۰۰؍تک پہنچ گئی۔

۱۶؍نومبر کو شام کے بہت سے فوجی بشار سے بغاوت کر کے انقلابیوں کے ساتھ مل گئے۔ شام کے نائب صدر بشار کے چچازاد بھائی نے بھی حکومت سے علاحدگی اختیار کر کے انقلابیوں کے ساتھ شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۷؍نومبر کو اسرائیل کے وزیر دفاع نے شام کے بشار الاسد کی حکومت کے ممکنہ خاتمہ کو اسرائیل کے لئے سنگین خطرہ قرار دیا۔ ۲۰؍نومبر تک ۸؍مہینے کے دوران بشار کی افواج کی گولہ باری سے مرنے والوں کی تعداد ساڑھے تین ہزار تک پہنچ گئی۔ ۲۳؍نومبر کو اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی نے شام میں جمہوریت کا مطالبہ کرنے والے عوام کو ریاستی تشدد کا نشانہ بنانے پر ڈکٹیٹر بشار اور اس کی حکومت کے خلاف مذمتی قرارداد منظور کی۔

۲۶؍نومبر کو شام کے فوجی اہلکاروں کی بڑی تعداد منحرف ہو کر انقلابیوں کے ساتھ شامل ہوگئی، ۲؍ دسمبر کی رپورٹ کے مطابق روس نے شام کو ۷۰ بحری جہاز شکن میزائل فراہم کئے۔

۸؍جنوری ۲۰۱۲ء کو ایک کرنل سمیت ۵۰؍فوجی انقلابیوں کے ساتھ شامل ہوگئے۔ ۱۵؍جنوری کو شام کے منحرف فوجیوں نے ترکی میں بریگیڈیئر مصطفیٰ احمد شیخ کی سربراہی میں سپریم فوجی کونسل کے قیام کا اعلان کیا۔

۲۴؍جنوری کو عرب لیگ نے شام کی رکنیت ختم کر دی۔ ۲۵؍جنوری ۲۰۱۲ء تک دس ماہ کے دوران بشار کی افواج کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۱۵؍ہزار سے تجاوز کر گئی۔ ۴؍فروری کو ایک ہی دن میں شامی افواج نے توپ خانہ اور بھاری ہتھیاروں سے مارٹر حملوں کے ذریعہ ۳۳۴؍ شہریوں کو شہید کر دیا۔ ۵؍فروری کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں شام کی بشار حکومت کے خلاف قرارداد روس اور چین کی مخالفت کی وجہ سے پاس نہیں ہو سکی، اس کے بعد سے بشار نے شہریوں کو انتہائی بے رحمی سے ہلاک کرنا شروع کر دیا اس لیے کہ روس اور چین نے گویا اس کو شاباشی دے دی کہ تو بہت اچھا کام کر رہا ہے، مزید اس کام کو بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تا کہ پورے شام کی آبادی ختم ہو جائے سوائے نصیری، دروزی اور عیسائی فرقوں کے جو تیرے حامی ہیں جو پورے شام میں بیس فیصدی سے بھی کم ہیں۔ اس طرح بشار کا حوصلہ خوب بڑھ گیا اور ایک مہینے کے دوران توپ خانوں، ٹینکوں، اور طیاروں کے ذریعہ اس کی افواج نے شہریوں پر اندھا دھند گولہ باری کر کے ۱۵۰۰؍افراد کو شہید کر دیا۔ ۲۶؍فروری تک حکومتی افواج کی گولہ باریوں سے شہید ہونے والوں کی تعداد ساڑھے سات ہزار سے تجاوز کر گئی۔

یکم اپریل کو ترکی کے شہر استنبول میں بشار

الاسد حکومت پر دباؤ بڑھانے کے لئے عرب لیگ اور یورپ کے ۷۰؍ ممالک کے سربراہان جمع ہوئے ۱۱؍جون کو شام کی سرکاری افواج کا میزائل یونٹ بغاوت کرکے انقلابیوں کے ساتھ شامل ہوگیا۔ ۲۲؍جون کو شام نے ترکی کا ایک فوجی طیارہ بحیرۂ ابیض متوسط میں دوران پرواز مار گرایا۔ ۱۳؍جولائی کو بشار کی افواج نے ہیلی کاپٹروں اور ٹینکوں کے ذریعہ حملہ کرکے ایک گاؤں کو تہس نہس کرکے ایک ہی دن میں ۲۵۰؍ سے زائد شہریوں کو شہید کردیا۔ پھر ۱۹؍جولائی کو راجدھانی دمشق میں جنازے کے ایک جلوس پر فوج کی فائرنگ سے ایک ہی دن میں ۱۰۰؍لوگ شہید ہوگئے۔ ۲۹؍جولائی کو حلب شہر کے نصف حصہ پر انقلابیوں کا قبضہ ہوگیا۔ ۳۰؍جولائی کو بشار کی افواج نے ٹینکوں اور ہیلی کاپٹروں سے گولہ باری کرکے ایک ہی دن میں ۱۵۰؍شہریوں کو شہید کردیا۔ پھر یکم اگست کو ۱۳۵؍شہری ظالم بشار کی افواج کی گولیوں سے شہید ہوگئے۔

۵؍اگست کو انقلابیوں نے ایران سے بشار کی مدد کو آرہے، ۴۸؍ پاسداران انقلاب کو پکڑ لیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایران جو اپنے کو اسلامی جمہوریہ کہتا ہے اس کا دعویٰ کس قدر جھوٹا ہے کہ ایک انتہائی ظالم خونخوار کمیونسٹ حکمراں کی مدد کرنے کے لئے ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ افراد کو بھیج رہا ہے۔ ۱۴؍اگست کو شام کے سابق وزیر اعظم ریاض حجاب نے انقلابیوں کے ساتھ شمولیت اختیار کرلی، ان کے بیان کے مطابق مارچ ۲۰۱۱ء سے اگست ۲۰۱۲ء تک شام میں ۲۰؍ہزار سے زیادہ لوگ ہلاک ہوچکے۔ ۱۵؍اگست کو او آئی سی کے ممبر ملکوں نے بھاری اکثریت کے ساتھ شام کو تنظیم سے خارج کردیا۔ ۲۱؍اگست کو بشار کی افواج نے جنگی جہازوں سے بمباری کرکے شام کے مختلف علاقوں میں ایک ہی دن میں ۱۲۲؍لوگوں کو ہلاک کردیا۔ ۲۲؍اگست کو انقلابیوں نے ایک اہم پیش قدمی کرتے ہوئے عراقی سرحدی علاقہ کے اہم سیکوریٹی کمپلکس پر کنٹرول حاصل کرلیا، ادھر بشار سے منحرف ہوکر ۲؍بریگیڈیئر ۴۰ کرنل اور کئی دیگر فوجی افسران انقلابیوں کے ساتھ شامل ہوگئے۔ ۲۵؍اگست کو شامی فوج کے ڈویژن کمانڈر جنرل موسیٰ الخیرات بشار سے منحرف ہوکر اردن پہنچ گئے۔ ۲۶؍اگست کو دمشق کے قریبی شہر درایا میں بشار کی افواج نے قتل عام کرتے ہوئے صرف ایک دن میں ۳۲۰؍لوگوں کو شہید کردیا، پھر ۳۰؍اگست کو فوج کی گولہ باری سے ۲۴۲؍شہری شہید ہوگئے۔ ۳۱؍ اگست کو انقلابیوں نے ایک اہم کامیابی حاصل کرتے ہوئے بشار کی افواج کے پانچ ہیلی کاپٹر اور ۶؍جنگی طیارے تباہ کردیے۔ ۳؍ستمبر کو شام کے طول وعرض میں بشار کی افواج کی گولہ باری اور فضائی بمباری سے ۱۴۴؍افراد شہید ہوگئے۔ ۲۵؍ ستمبر کو دمشق میں واقع شامی انٹلی جنس کے دفتر میں ہوئے دھماکے میں ایک میجر جنرل اور دو کرنل سمیت متعدد سرکاری فوجی ارکان ہلاک ہوگئے۔ اسی طرح ایک اسکول کو بھی دو بموں سے نشانہ بنایا گیا جہاں فوجیوں کا ایک اجلاس چل رہا تھا جس سے درجنوں فوجی ہلاک ہوگئے۔ ۴؍اکتوبر کو ترکی اور شام کے درمیان حالات کشیدہ ہوگئے، شامی فوج نے ترکی کے علاقہ آقاقلعے پر چار مارٹر گولے داغے جس سے پانچ ترکی شہری ہلاک ہوگئے۔ اس کے جواب میں ترکی کی فوج نے انہی اہداف پر فضائی بمباری کی جہاں سے گولے داغے گئے تھے اس سے ۷؍شامی فوجی ہلاک ہوگئے۔ ۶؍اکتوبر کو انقلابیوں نے ایک جھڑپ میں ۴۰؍فوجیوں کو ہلاک کرکے بشار کے چچازاد بھائی حسام الاسد کو گرفتار کرلیا، ۱۰؍اکتوبر کو لبنانی حزب اللہ گروپ کے ۵۷؍جنگجو بشار کی حمایت میں انقلابیوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔

۱۳؍اکتوبر کو انقلابیوں نے ایک اہم پیش رفت کرتے ہوئے حلب شہر کے قریب ایک ہوائی اڈے پر قبضہ کرلیا۔ ۱۴؍اکتوبر تک اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق شام کے بحران میں مرنے والوں کی تعداد ۳۳؍ہزار تک پہنچ گئی۔ ۱۲؍نومبر کو امام احمد معاذ شامی حزب اختلاف وانقلاب کے سربراہ منتخب ہوگئے۔ ۱۸؍نومبر کو انقلابیوں نے حمدان ہوائی اڈہ پر قبضہ کرلیا۔ ۲۳؍نومبر تک انقلابیوں کا شام کے ایک بڑے علاقہ پر قبضہ ہوگیا۔ ۱۲؍دسمبر کو ایک ہی دن میں بم دھماکوں اور جھڑپوں میں ۲۰۰؍ افراد کی موت ہوگئی۔ ۱۳؍دسمبر کو سعودی عرب نے شامی انقلابیوں کے لئے دس کروڑ ڈالرز کی امداد کا اعلان کیا۔ ۲۲؍دسمبر کو انقلابیوں نے بشار کی فوج کے سیون بریگیڈ کو دھماکہ سے اڑا دیا جس سے بہت سارے فوجی ہلاک ہوگئے۔ پھر اسی دن ۲۰۰؍ فوجیوں نے انقلابیوں کے ساتھ شمولیت اختیار کرلی۔ ۲۴؍دسمبر کو بشار کی فوج کے فضائی حملے میں ۳۰۰؍سے زائد شہری شہید ہوگئے۔ ۲۶؍دسمبر تک انقلابیوں کا حلب سمیت کئی شہروں پر قبضہ مستحکم ہوگیا، اسی دن شام کی ملٹری پولیس کے سربراہ عبدالعزیز السلال ملک سے فرار ہوکر ترکی پہنچ گئے اور اپنی بغاوت کا اعلان کردیا۔

۳؍جنوری ۲۰۱۳ء تک اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق شام میں مرنے والوں کی تعداد ۶۰؍ہزار تک پہنچ گئی اور بشار کی افواج کے مظالم سے تنگ آکر خیموں میں رہنے والوں کی تعداد دس لاکھ تک پہنچ گئی، ۱۲؍جنوری کو انقلابیوں نے اہم پیش قدمی کرتے ہوئے شمالی فوجی اڈے تفتاناز پر قبضہ کرلیا۔ ۳۰؍جنوری کو کویت نے شامی انقلابیوں کے لئے ۳۰؍کروڑ ڈالر کی امداد کا اعلان کیا۔ ۱۷؍فروری کو اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی ہائی کمیشن نوی پلئی نے شام کے خونخوار بھیڑیئے بشار کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ چلانے کی سفارش کی۔ ۱۸؍فروری کو انقلابیوں نے بشار کا ایک فوجی طیارہ مار گرایا، ۲۵؍

فروری کو انقلابیوں کا الکبر جوہری تنصیب کی جگہ پر قبضہ ہوگیا جہاں سے بشار کی افواج انقلابیوں پر میزائل داغتی تھی۔ ۵؍مارچ کو الرقہ شہر پر انقلابیوں نے قبضہ کرلیا۔ ۱۷؍مارچ کو شامی فوج کے لاجسٹک سیل کے سربراہ میجر جنرل نور عزالدین خلوف اور ان کے بیٹے فضائیہ کے خفیہ سیل کے کیپٹن عزالدین خلوف نے انقلابیوں کی صفوں میں شمولیت اختیار کرلی۔ ۱۹؍مارچ کو انقلابیوں نے محمد غسان کو شام کا عبوری وزیر اعظم منتخب کرلیا۔ ۲۲؍مارچ کو ایک مسجد کے اندر ہوئے خودکش بم دھماکہ میں شام کے ایک مشہور عالم دین شیخ سعید رمضان البوطی سمیت ۴۲؍افراد شہید ہوگئے، اس اندوہناک واقعہ کی انقلابیوں نے سخت الفاظ میں مذمت کی اور اس سے اپنی مکمل برأت وبے تعلقی کا اظہار کیا، اگرچہ کہ شیخ البوطی وہ تنہا شامی عالم تھے جو موجودہ حالات میں بھی بشار حکومت کی تائید کرتے تھے۔ اب ان کے قتل کے پیچھے کونسے عناصر کارفرما ہیں یہ ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ ۲۴؍مارچ کو انقلابیوں نے ایک اہم پیش رفت کرتے ہوئے جنوبی فضائی اڈے پر قبضہ کرلیا، جس سے دمشق تک رسائی حاصل کرنے میں سہولت ہوگی۔ ۲۵؍مارچ کو قومی اتحاد وانقلاب کے سربراہ امام معاذ الخطیب نے استعفیٰ دے دیا، لیکن انقلابیوں نے ان کا استعفیٰ قبول نہیں کیا۔ انہوں نے استعفیٰ کیوں دیا اس کی وجہ بھی معلوم نہیں ہوسکی۔

حکومت کے خلاف مظاہروں کی شروعات کو دو سال مکمل ہوچکے، اس دوران اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق مرنے والوں کی تعداد ۹۰؍ ہزار سے تجاوز کرچکی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ۸۰؍ ہزار افراد جنہیں بشار کی افواج نے گرفتار کرلیا تھا ان کا کیا حال ہوا کچھ پتہ نہیں؟ غالب گمان یہی ہے کہ انہیں بھی اذیت دے کر قتل کردیا گیا ہوگا، اس طرح دو لاکھ کے قریب افراد دو سال کے دوران اپنی جانیں کھوچکے ہیں۔ ۱۰؍لاکھ سے زیادہ افراد اپنے گھروں کو چھوڑ کر خیموں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ ان میں سے بہت بڑی تعداد وطن چھوڑ کر ترکی، اردن اور لبنان کے مہاجر کیمپوں میں رہ رہی ہے۔ اتنی زبردست ہلاکتوں، تباہیوں اور بربادیوں کے باوجود اب تک نہ بشار گدی چھوڑ رہا ہے اور نہ اس کی حکومت کا خاتمہ ہوا، البتہ اتنی بات ہے کہ اس کی طاقت ٹوٹتی جارہی ہے، اس کے ساتھی مسلسل اس سے الگ ہوتے جارہے ہیں، انقلابی آہستہ آہستہ اپنے قدم آگے بڑھاتے جارہے ہیں، اب ان شاء اللہ وہ دن قریب ہے کہ اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو کچھ دنوں قبل معمر قذافی کا ہوچکا ہے، اللہ کی پکڑ اس پر آنی ہے وہ آکر رہے گی، ظلم کی ٹہنی سدا پھلتی نہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں ہے، دیر سویر اس ظالم آمر کمیونسٹ حکمراں کا خاتمہ ہونا ہی ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا بات ہے کہ تیونس، مصر، لیبیا اور یمن میں تو وہاں کے آمروں کی رخصتی میں اتنی تاخیر نہیں ہوئی جتنی تاخیر شام میں ہورہی ہے اور ہلاکتیں بھی کہیں اتنی زیادہ نہیں ہوئیں جتنی وہاں ہورہی ہیں؟ اس کے کیا اسباب ہیں؟ اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اس وقت سے پہلے نہ تو وہ کام انجام پاسکتا ہے اور نہ وقت کے آنے پر وہ کام ٹل سکتا ہے، اسی طرح بشار کی حکومت کے خاتمہ کا بھی ایک وقت ہے جو اللہ کو معلوم ہے، اس وقت کے آنے کے بعد پھر کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے ظاہری اسباب بھی ہیں جن کی وجہ سے بشار کی حکومت اب تک ٹکی ہوئی ہے۔

ان میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ ان دیگر حکمرانوں کے اقتدار کو بچانے کے لئے بیرونی دنیا کے ممالک میں سے کوئی ملک آگے نہیں آیا جب کہ بشار کی حکومت کو بچانے کے لیے دنیا کے پانچ چھ ممالک سینہ ٹھونک کر میدان میں آگئے اور مظاہروں کے شروع ہونے کے دن سے لگاتار ہر محاذ پر بشار حکومت کی تائید وحمایت اور ہر طرح سے اس کا تعاون کرتے آرہے ہیں تاکہ انقلابیوں کے مقابلہ میں اس کا حوصلہ بلند رہے اور انہیں انتہائی بے رحمی سے کچل ڈالنے میں ذرہ بھی پیچھے نہ ہٹے، ان ممالک میں سرفہرست اسرائیل ہے، کیونکہ اسرائیل کے حکمراں اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ شام میں بشار الاسد کی موجودگی ان کی ایک بہت بڑی ضرورت ہے، اس لیے کہ بشار سے انہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے، بلکہ بشار کے باپ حافظ الاسد نے گولان کی پہاڑی کو بطور ہدیہ کے اسرائیل کو دے کر اسرائیلی حکمرانوں سے ایسی خفیہ ساز باز کرلی ہے اور یہ باور کرادیا ہے کہ ہماری طرف سے اسرائیل کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا، اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ شام کے سنی عوام سے یا اخوانی قائدین سے ہے جو اسرائیل کے وجود کو کبھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اگر بشار کی حکومت ختم ہوئی تو لامحالہ قیادت سنیوں کے ہاتھ میں آئے گی، اور ان میں پیش پیش اخوانی ہی ہیں جو برسر اقتدار آجائیں گے، پھر وہ اسرائیل کے لیے زبردست خطرہ بن جائیں گے، اسی لئے اسرائیل اس کی پرزور کوشش کررہا ہے کہ کسی طرح یہ انقلاب ناکامی کا شکار ہوجائے اور بشار حکومت کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہوجائے، یہی وجہ ہے کہ اسرائیلی وزیر خارجہ اور وزیر دفاع کا باقاعدہ بیان ۱۷؍نومبر ۲۰۱۱ء کو ساری دنیا کے سامنے اخباروں میں آیا جس میں بشار حکومت کے ممکنہ خاتمہ کو اسرائیل کے لئے سنگین خطرہ قرار دیا گیا، پھر اس کے بعد اس کی سرگرمیاں بین الاقوامی پیمانہ پر بشار کی حمایت اور انقلابیوں کی مخالفت میں جاری ہوگئیں۔ امریکہ اور یورپ کے وہ ممالک جو شام میں لیبیا جیسی فوجی کارروائی کے حق میں تھے

انہیں اس ارادہ سے باز رکھنے کے لئے اس نے ایک مہم چھیڑدی۔ یہودی میڈیا کے ذریعہ بار بار یہ تشہیر کی گئی کہ انقلابیوں کے ساتھ القاعدہ کے جنگجو بڑی تعداد میں شامل ہوگئے ہیں۔ انقلابیوں کو جب بھی کوئی کامیابی ملتی یہودی میڈیا سے دنیا کو یہ پیغام ملتا کہ القاعدہ کے لوگ جو انقلابیوں کی صفوں میں داخل ہوگئے ہیں، انہوں نے ہی یہ کامیابی حاصل کی ہے۔

اس طرح بار بار یہودی میڈیا سے یہ بات دہرائی جاتی ہے کہ اگر انقلابیوں کو بھاری اور مہلک ہتھیار مہیا کرائے گئے تو یہ القاعدہ کے ہاتھ لگ جائیں گے اور القاعدہ پوری دنیا کے لئے خطرہ بن جائے گی، اسی لئے انقلابیوں تک ایسے بھاری، جدید اور مہلک اسلحے بالکل نہیں پہنچ پا رہے ہیں جن سے وہ بشار کی افواج کا مقابلہ کرسکیں جو انتہائی جدید بھاری اور مہلک ترین اسلحوں سے لیس ہیں۔ انقلابی قائدین دنیا کے ملکوں سے اور خاص کر کے اپنے ان پڑوسی عرب ممالک سے بھی بار بار یہ مطالبہ کررہے ہیں کہ انہیں ایسے اسلحے دیئے جائیں جن سے وہ بشار کی افواج کا مقابلہ کرسکیں، کوئی ملک انہیں ایسے اسلحے مہیا نہیں کرتا، اور مہیا نہ کرنے میں یہودی میڈیا کی کارستانی صاف طور پر دکھائی دیتی ہے، انقلابی مجاہدین ہلکے ہتھیاروں سے اور فوجیوں نے چھینے گئے اسلحوں سے جو کچھ بھی کامیابی حاصل کررہے ہیں وہ بہت زیادہ ہے، اب ۲۷/مارچ کو منعقد ہونے والے عرب لیگ کے سربراہی اجلاس میں یہ فیصلہ لیا گیا ہے کہ اردن، سعودی عرب، قطر اور ترکی کی طرف سے جدید قسم کے بھاری اور مہلک اسلحے انقلابیوں کو مہیا کروائے جائیں گے، اگر اس پر عملدرآمد ہوگیا تو بہت تیزی کے ساتھ بشار کی فوجی طاقت کو پسپا کیا جاسکے گا۔ دوسرا ملک جو بشار کی زبردست پشت پناہی کررہا ہے وہ ہے ایران، ایران کی سرحد شام سے اگرچہ ملی ہوئی نہیں ہے پھر بھی فضائی راستہ سے اور عراق کے زمینی راستہ سے فوجیوں اور اسلحوں کے ذریعہ وہ بشار کی بھرپور مدد کررہا ہے، ابھی کچھ دن قبل ۴۸/ پاسداران انقلاب کو جو دراصل ایران کے فوجی ہیں شام کے انقلابیوں نے پکڑا تھا جو بشار کی افواج کے ساتھ مل کر لڑنے کے لئے شام آئے تھے۔ ایران کی شیعی مذہبی حکومت ایک ظالم کمیونسٹ حکومت کی پشت پناہی محض اس لیے کررہی ہے کہ اس حکومت کے ختم ہونے کے بعد سنیوں کی حکومت کا قائم ہونا یقینی ہے جو انہیں قطعاً ناگوار ہے۔ جب کہ موجودہ حکمراں طبقہ نصیری فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو شیعوں کی ایک شاخ ہے اسی وجہ سے عراق کی موجودہ شیعی حکومت اور لبنان کی شیعی جماعت حزب اللہ کھل کر بشار کی حکومت کی تائید اور حمایت کرتی ہے۔ ۱۰/ اکتوبر کی رپورٹ ہے کہ ۷۵/ جنگجو جن کا تعلق مبینہ طور پر حزب اللہ سے تھا بشار کی حمایت میں انقلابیوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے اس سے حزب اللہ کے جنگ میں ملوث ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

ان پڑوسی ملکوں کے علاوہ دنیا کی دو سپر پاور روس اور چین بشار کی پشت پناہی میں پیش پیش ہیں، ان دونوں کی پشت پناہی کی وجہ سے ہی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں بشار حکومت کے خلاف ایک معمولی سی مذمتی قرارداد بھی منظور نہیں ہوسکی کیونکہ ان دونوں ملکوں نے جنہیں ویٹو کا حق حاصل ہے قرارداد کے خلاف اپنے ویٹو کا استعمال کردیا۔ ہر بین الاقوامی فورم میں یہ دونوں کھل کر بشار کی حمایت کرتے ہیں، روس کے فوجی ماہرین تک وہاں موجود ہیں اور روسی اسلحے مسلسل اب تک بھی سمندری اور فضائی راستوں سے وہاں پہنچ رہے ہیں، یہ دونوں ممالک کسی قیمت پر وہاں انقلاب کی کامیابی اور بشار حکومت کا خاتمہ کو دیکھنا پسند نہیں کرتے، روس سے تو سوویت یونین کے دور سے جب کہ وہاں کمیونزم قائم تھا بشار کے باپ حافظ الاسد کے انتہائی گہرے تعلقات قائم ہوگئے تھے، کیونکہ حافظ الاسد عرب دنیا میں کمیونزم کا زبردست علمبردار بن کر ابھرا تھا، اسی وقت سے ہی حافظ الاسد نے اپنا قبلہ ماسکو کو بنالیا تھا اور اپنی ساری دفاعی ضروریات وہیں سے پوری کرتا تھا، سوویت یونین کے کمیونسٹ حکمراں بھی عالم عرب میں کمیونزم کی نشرواشاعت کے لیے حافظ الاسد کو اپنا نمائندہ سمجھتے تھے، سوویت یونین نے مشرق وسطیٰ اور عالم عرب پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے لئے شام کی سمندری ساحل پر بحری اڈہ بھی قائم کررکھا تھا جو آج تک برقرار ہے، سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد روس نے تو کمیونزم سے توبہ کرلی لیکن حافظ الاسد اینڈ کمپنی نے کمیونزم کو بھی گلے سے لگائے رکھا اور روس سے دوستی بھی برقرار رکھی، اسی قدیم دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے روس آنکھ بند کرکے بشار الاسد کی حمایت اور پشت پناہی جاری رکھے ہوئے ہے۔ چین تو بہر حال بشار کا کمیونسٹ بھائی ہے، اور "أنصر أخاك ظالماً او مظلوماً" (اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم) اس عربی محاورہ کے جاہلی مفہوم پر سو فیصد عامل ہے۔

یہ تو وہ بیرونی اور بین الاقوامی اسباب ہیں جن کی وجہ سے بظاہر بشار کی حکومت ٹکی ہوئی ہے، اور اندرونی اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ شام میں اتنے مختلف قسم کے فرقے اور طبقے پائے جاتے ہیں جو ان ملکوں میں نہیں ہیں جہاں انقلابات کامیاب ہوگئے، سب سے بڑا طبقہ سنی عربوں کا ہے جن کی آبادی ۷۰ فیصد ہے، سنی کردوں کی آبادی ۱۰/ فیصد ہے، عیسائیوں کی آبادی بھی ۱۰/ فیصد، نصیری شیعہ ۵/ فیصد، دروزی شیعہ ۵/ فیصد۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر جب خلافت عثمانیہ شکست سے دوچار ہوئی تو شام پر فرانس نے قبضہ کرلیا، فرانس کا قبضہ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۴ء تک ۲۴/ سال رہا، اس

دوران فرانس کے حکمرانوں نے نصیری، دروزی اور عیسائی فرقوں کو تعلیم، سیاست اور حکومت کے تمام شعبوں میں ترقی دے کر کافی آگے بڑھایا اور اس قابل کردیا کہ وہی تمام شعبوں میں حاوی ہوجائیں، پھر ملک سے جاتے وقت سارا کنٹرول انہیں کے ہاتھ میں دے کر وہ رخصت ہوگئے۔ بشار اور اس کا پورا خاندان نصیری شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے اور شام کی پوری سیاست، فوج اور انتظامیہ میں انہی تینوں فرقوں کا دبدبہ ہے، سنی جن کی آبادی ملک میں ۸۰ فیصد سے زائد ہے انہیں فرانس والوں نے پوری طرح کچل کر حاشیہ پر لگادیا تھا، پھر ۵۰/ سال سے جب سے حافظ الاسد کا اقتدار قائم ہوا، سنیوں پر ایسے بے پناہ مظالم کئے گئے کہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے، ادھر نصیری، دروزی اور عیسائی ان تینوں فرقوں نے اپنے درمیان اتحاد اتنا مضبوط کرلیا اور حکومت پر اپنی گرفت اتنی مضبوط کرلی کہ آسانی سے اسے ہلایا نہیں جاسکتا۔ ابھی صورت حال وہی ہے کہ شام کے سارے فوجی انہیں تینوں فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں، سیاست اور انتظامیہ کے تمام شعبوں میں وہی لوگ پوری طرح سے حاوی ہیں، ان کے دلوں میں سنیوں کے لئے ذرا بھی ہمدردی کا جذبہ نہیں پایا جاتا، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ فوجی نہتے مظاہرین پر بے دریغ گولیاں چلانے اور گولہ باری کرنے سے ذرا بھی نہیں ہچکچاتے، فوجیوں میں حکومت کے خلاف ویسی عمومی بغاوت کا رجحان دکھائی نہیں دیتا جس طرح دیگر ملکوں میں سامنے آیا تھا جہاں فوجیوں نے عوام پر گولیاں برسانے سے صاف انکار کردیا تھا، اس سے یہ بات صاف سمجھ میں آرہی ہے کہ فوجی الگ طبقہ اور فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور عوام کا تعلق الگ طبقہ اور فرقہ سے ہے۔

بہر حال یہ وہ بظاہر خارجی وداخلی اسباب ہیں جن کی بناء پر بشار کی حکومت ٹکی ہوئی ہے ورنہ شام کے طول وعرض میں اٹھنے والے عوامی انقلابی ریلے میں بشار کی حکومت کب کی بہہ چکی ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سخت جان بشار کو کب تک اس ریلے کا مقابلہ کرکے کتنے انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنے کا موقع ملے گا، یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا، البتہ ان خونریزیوں اور سفاکیوں سے بشار نے بھی قذافی کی ڈگر پر چلتے ہوئے اپنا نام تاریخ کے ان ظالم حکمرانوں میں درج کروالیا جو انسانوں کی لاشوں پر اپنی حکومت وسلطنت کی بساط بچھائے رکھنا چاہتے ہیں۔

شام جسے دنیا کے نقشہ میں سیریا کے نام سے جانا جاتا ہے، ۱/ لاکھ ۸۵/ ہزار مربع کیلومیٹر کے رقبہ والا چھوٹا سا ملک ہے جس کی آبادی ۲/ کروڑ، ۳۶/ لاکھ کے قریب ہے، دراصل شام کے نام سے اب دنیا کے نقشہ میں کوئی ملک نہیں ہے، قدیم زمانہ میں جسے ملک شام کہا جاتا تھا اب وہ پانچ ملکوں میں تقسیم ہوچکا ہے۔ (۱) سیریا، (۲) اردن، (۳) لبنان، (۴) اسرائیل، (۵) فلسطین۔ لیکن ہماری اردو زبان میں سیریا ہی کو شام کہا جاتا ہے، کیوں کہ شام کی قدیم راجدھانی دمشق سیریا میں ہے، بہر حال ہم بھی اسے شام ہی کہیں گے، شام ایک زرخیز، سرسبز وشاداب زراعتی ملک ہے، معدنیات میں سے صرف تیل یہاں سے نکلتا ہے۔ اقتصادی اعتبار سے یہ اوسط درجہ کا ملک ہے، البتہ تاریخی اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ ۶۳۷ء میں حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اور حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پورے ملک شام کو فتح کرکے اسلامی قلمرو میں شامل کردیا۔ پھر اس کے تمام علاقوں میں تیزی سے اسلام پھیل گیا۔ ۶۶۲ء میں جب خلافت بنی امیہ کا آغاز ہوا تو شام کی عظمت دوبالا ہوگئی۔ کیونکہ بنوامیہ نے شام کے شہر دمشق کو اپنا دارالخلافہ بنالیا۔ اس طرح شام کو عالم اسلام کی مرکزیت کا مقام حاصل ہوگیا۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں جب کہ اسلامی مملکت کے حدود فرانس سے لے کر چین تک اور یوکرین سے لے کر ہندوستان تک پھیل گئے تو دمشق کو دنیا کی واحد سپر پاور اور مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت کی راجدھانی بننے کا شرف حاصل ہوگیا۔

۱۹۱۸ء تک مسلمانوں کے مختلف خاندانوں اور افراد کی شام پر حکومت قائم رہی۔ ۱۹۱۹ء میں سلطنت عثمانیہ کی شکست کے بعد برطانیہ اور فرانس کی فوجیں شام میں داخل ہوگئیں۔ پھر ۱۹۲۰ء سے وہاں فرانسیسی اقتدار کا دور شروع ہوا جو ۱۹۴۴ء تک برقرار رہا۔ ۱۹۴۴ء کو فرانس سے آزادی کے بعد شکری القوتلی وہاں کے پہلے صدر بنے، لیکن ۱۹۴۹ء میں کرنل حسنی زعیم نے ان کا تختہ پلٹ کر اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ پھر ۱۹۵۴ء تک چار بار تختہ پلٹ کی کارروائیاں ہوتی رہیں، گویا بالکل طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا، ۱۹۵۴ء میں ہوئے انتخابات میں شکری القوتلی پھر سے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں وہ شام کا مصر سے الحاق کرواکے خود عہدہ صدارت سے مستعفی ہوگئے۔ ۱۹۶۱ء کو جنرل امین الحافظ نے شام پر اپنا کنٹرول قائم کرکے مصر و شام کے اتحاد کو توڑ دیا اور شام میں بعث پارٹی کی حکومت کی شروعات کردی۔ ۱۹۶۶ء کو نور الدین الاتاشی نے امین الحافظ کا تختہ پلٹ کر اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر ۱۹۷۰ء کو جنرل حافظ الاسد نے نور الدین کو کنارے لگا کر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ۳۰/ سال تک اقتدار پر قابض رہنے کے بعد ۲۰۰۰ء میں ان کی موت ہوگئی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے بشار نے باپ کی وراثت حاصل کرکے حکومت کی گدی سنبھالی، اب تک اپنی پوری فوجی طاقت وقوت کو استعمال کرکے عرب بہاریہ کا مقابلہ کرتے ہوئے تخت سلطنت پر براجمان ہیں۔

☆☆☆☆☆

فقہ و فتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: سراورداڑھی کے بالوں میں کالی مہندی کا خضاب لگانادرست ہے یانہیں؟ کیااس بارے میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں وعید آئی ہے؟

جواب: کالاخضاب کااستعمال سریاداڑھی کے بالوں میں مکروہ تحریمی ہے، حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من خضب بالسواد سود اللّٰہ وجهه يوم القيامة" (جوسیاہ خضاب استعمال کرے گااللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کوسیاہ کردیں گے)۔[تحفۃ الاحوذی:۵/۳۵۵]

ابوداؤدکی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ جوسیاہ خضاب استعمال کرے گاوہ جنت کی بوبھی نہ سونگھ سکے گا۔[سنن ابوداؤد،حدیث نمبر۴۲۱۲]۔

سوال: اگرسیاہی مکمل نہ ہوبلکہ سیاہی مائل ہوتو کیا اس کااستعمال بھی ممنوع ہے؟

جواب: حدیث میں جس کالے خضاب کی ممانعت ومخالفت آئی ہے، اس سے مراد وہ سیاہ خضاب ہے جومکمل طور پرسیاہ ہو،اگرمکمل سیاہ نہ ہو بلکہ مہندی کلرہواورسیاہ مائل ہوتواس کااستعمال درست ہے،حضرت ابوذرؓکی رایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہندی اورکتم کا خضاب استعمال کرنے کی ترغیب دی ہے۔[جامع ترمذی،حدیث نمبر/۱۸۰۶]

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس کی بیوی جوان ہو،اس کے لیے کالاخضاب استعمال کرنے کی اجازت ہے،اس بارے میں اصل حکم کیا ہے؟ رہنمائی کریں۔

جواب: حدیث شریف میں سیاہ خضاب استعمال کرنے کی ممانعت بغیرکسی قیداورشرط کے آئی ہے، امام ابویوسفؒ کاایک قول ملتاہے کہ مجاہدین کے لیے میدان جہادمیں جنگ کے وقت اورجوان بیوی کی خواہش کے پیش نظراس کی اجازت ہے،لیکن اس بارے میں جمہورعلماء کی رائے یہی ہے کہ بالوں میں سیاہ خضاب لگانا درست نہیں ہے۔[دیکھئے:المغنی:۱/۶۷]

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ مردوں کے لیے سیاہ سرمہ لگانادرست نہیں ہے،کیایہ صحیح ہے؟

جواب: سیاہ سرمہ اگربطورعلامہ علاج استعمال کیا جائے تواس میں کوئی حرج نہیں ہے، حدیث نبویؐ میں جہاں سرمہ کے استعمال کاتذکرہ ہے،اس میں سیاہ اورغیرسیاہ کاذکرنہیں ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثمد کاحکم فرمایااوراسے آنکھوں کی روشنی اوربال بڑے ہونے کاذریعہ بتایا،ترمذی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اكتحلوا بالاثمد فانه يحلو البصر وينبت الشعر" [جامع ترمذی،حدیث نمبر۱۷۵۷](اثمد کاسرمہ لگاؤ،اس لیے کہ یہ آنکھوں کوروشنی دیتااور بال کواگاتا ہے)۔

اس لیے سیاہ سرمہ کے استعمال میں بینائی کی اصلاح کی غرض سے کوئی حرج نہیں ہے،ہاں!اگر بطورزینت سیاہ سرمہ استعمال کیاجائے تو مردوں کے لیے یہ کراہیت سے خالی نہیں۔

سوال: آج کل مسلمان عورتیں اپنی پیشانی پر چمکی لگاتی ہیں اوراسے فیشن سمجھتی ہیں کیا بطور زینت شرع میں اس کی اجازت ہے؟

جواب: مسلمان عورتوں کے لیے پیشانی یا ماتھے پرچمکی لگانادرست نہیں ہے، بلکہ یہ دراصل ہندوخواتین کاطریقہ ہے اوران کے ہاں یہ سہاگ کی علامت سمجھی جاتی ہے،ظاہربات ہے کہ یہ غیر مسلموں کی خاص علامت کی چیز ہے،بطورزینت بھی اسے اختیارنہیں کیا جاسکتا،حضرت عبداللہ بن عمرؓکی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من تشبه بقوم فهو منهم" [سنن ابوداؤد، حدیث نمبر۴۰۳۱]

اس روایت سے معلوم ہواکہ غیروں کاتشابہ اختیارکرنے کی اجازت نہیں ہے خواہ زینت ہی کیوں نہ مقصودہو۔

سوال: آج کل مسلمان عورتیں میں اپنے نقاب کارواج بڑھتاجارہاہے جس میں آنکھیں کھلی رہتی ہیں،کیااسلامی شرع میں اس قسم کی نقاب کے اجازت ہے؟

جواب: نقاب کامقصدکامل پردہ اوراپنے کوہر طرح سے محفوظ رکھنا ہے،ایسانقاب جوپرکشش اور جاذب نظرہو،مقصد کے خلاف ہے، اگرآنکھ کے حصہ میں کپڑے کی ایسی جالی ہوجس سے چلتے وقت دیکھنے میں دقت نہ ہوتو بہتر ہے، اگرجالی سے چلنے میں دقت ہواورآنکھ کے بقدرنقاب کا حصہ کھلا ہوتواس کی اجازت ہے، فقہاء نے اس مسئلہ پرگفتگو کی ہے اوراس کی اجازت دی ہے، لیکن اگریہ محض ڈیزائن اورفیشن کے طور پرہوتواس سے گریز کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

خبرونظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

برطانیہ میں "محمد" سب سے زیادہ پسندیدہ اور مقبول نام

برطانیہ کے تازہ ترین اعدادوشمار کے مطابق انگلینڈاورویلز میں نوزائیدہ بچوں کے لیے اسم محمد سب سے زیادہ پسندیدہ نام ماناجارہاہے،اب تک "اولیور" Oliverنام سب سے زیادہ پسندیدہ سمجھا جاتا تھالیکن تازہ ترین سروے کے مطابق اولیورنام کے حامل بچوں کی تعداد۷۳۶۴ ہے، جب کہ اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام کے حامل بچوں کی تعداد۷۵۱۵ ہے۔قابل ذکر ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام کوملک میں رائج انگریزی زبان میں مختلف ہجوں کے ساتھ لکھاجارہاہے۔

اس سے قبل "جاک" نام سب سے آگے تھا۔اولیورنام ۲۰۰۹ء میں سب سے آگے رہا،لیکن مشہورچینلCNN کی رپورٹ اس کے برعکس ہے،چینل نے کہاہے کہ اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت سب سے زیادہ نومولود بچوں کانام رکھاجا رہاہے۔اس کے بعد اولیور، جاک،ٹوماس،ویلم دانیال جیسے نام آتے ہیں۔

اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خالص عربی نام ہے،اس کے معنیٰ آتے ہیں:ایساشخص جس کی لوگ خوب خوب تعریف کریں۔محققین کااتفاق ہے کہ سب سے پہلے یہ نام پیغمبراسلام حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کارکھا گیا۔

برطانیہ کے مسلمانوں کی تعداداس وقت ۲،۹ ملین ہے۔مغربی یورپ میں ادھر۲۰برسوں کے دوران مسلمانوں کی تعداد میں بڑااضافہ ہواہے۔ یہاں ۱۹۹۰ء میں مسلمانوں کی تعداد۱۰ملین تھی جب کہ اس وقت ۱۷ملین بتائی جارہی ہے۔ مسلمانوں میں اس نام کے تعلق سے بڑاجوش و احترام پایاجاتاہے،مشرقی لندن کی ایک مسجد کے امام عبداللہ حسن کاکہناہے کہ برطانیہ کے مسلمانوں میں اس نام کی مقبولیت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت اوراطاعت وفرمانبرداری کی طرف اشارہ کرتی ہے، مزید کہاکہ یہاں کے مسلمان صرف اتباع محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نہیں چاہتے بلکہ نام بھی "محمد" ہی رکھنا چاہتے ہیں،صلی اللہ علیہ وسلم۔

جرمن ریاست "اسلام" کو سرکاری مذہب تسلیم کرے گی

ہمبرگ جلد ہی دین اسلام کوکمیونٹی کی سطح پر سرکاری مذہب تسلیم کرنے والی پہلی جرمن ریاست بن جائے گی،اس سلسلہ میں جرمن حکام اورمذہبی اسکالرز کے درمیان گزشتہ چاربرس سے خاموش مذاکرات جاری ہیں اور توقع ہے کہ ریاست میں عنقریب اسلام کوسرکاری مذہب تسلیم کرلیا جائے گا،جس کے بعد مسلمانوں کوبھی عیسائیوں اور یہودیوں کے برابر قانونی حقوق حاصل ہو جائیں گے،جرمنی کی سب سے بڑی مسلم تنظیموں میں سے ایک جرمن مسجد نیٹ ورک کی ہمبرگ برانچ DITIB کے چیئرمین محمد زکریا کاکہناہے کہ ریاست میں اسلام کوسرکاری مذہب کے طور پرتسلیم کیاجاناہمارے لیے اس لیے اہم ہے کہ ہم بھی اس معاشرہ کاایک اہم حصہ ہیں۔ یورپ کی بااثرریاستوں میں سے ایک ہمبرگ کو شمالی جرمنی کاٹرانسپورٹیشن حب کہاجاتاہے جس کی آبادی 17لاکھ 72ہزار 100نفوس پرمشتمل ہے۔جوجرمنی کادوسراجب کہ یورپ کاآٹھواں سب سے بڑاشہرہے اوریورپ کی تیسری بڑی بندرگاہ بھی واقع ہے۔

یوروپین یہودی "ملک اسرائیل" کا تحفظ کریں گے

یورپی ممالک میں موجودہ یہودی آبادکاروں نے اسرائیلی حکومت اورفلسطین میں نوآبادکار یہودیوں کوتسلی دیتے ہوئے کہاہے کہ وہ عرب ممالک میں بالخصوص مصراورتیونس میں آئے عوامی انقلابات سے خوف زدہ نہ ہوں،یورپی یہودیوں نے صیہونی حکومت کویقین دہانی کرائی ہے کہ وہ ان کی مدد کے لیے ہرممکن کوشش جاری رکھیں گے، یہودیوں کی سرکردہ سماجی شخصیات نے متفقہ طور پر فرانس کے دارالحکومت پیرس میں ایک بیان میں سویڈن،ڈنمارک،برطانیہ،فرانس اوردیگرممالک سے تعلق رکھنے والے اہم ترین صیہونی شخصیات کے دستخط ثبت ہیں،اس بیان میں کہاگیاہے کہ عرب ممالک میں آنے والے انقلابات صیہونی ریاست کے لیے ضرورباعث تشویش ہوسکتے ہیں تاہم اسرائیلیوں کوان انقلابات پرتشویش نہیں کرنی چاہیے،خیال رہے کہ یورپی یونین سے تعلق رکھنے والے یہودیوں نے یہ تسلی ایک ایسے وقت میں دی

ہے جب قابض اسرائیل عرب ممالک بالخصوص مصر اور تیونس، یمن، لیبیا، شام وغیرہ میں آنے والے انقلابات سے سخت خوف کا شکار ہے۔

”محاسن و تعلیمات اسلام“ کے لیکچرز میں عیسائی پادریوں کی شرکت

فرانس کے عیسائی پادریوں پر مشتمل بورڈ نے ملک میں آباد مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کو بہتر اور مضبوط بنانے کی غرض سے ”اسلام کے ساتھ روابط و تعلقات“ کے نام سے ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی ہے، اس کمیٹی کے تحت فرانس کے ۵۰ پادریوں کے لیے ایک ہفتہ پر مشتمل ایک ایسا تربیتی کورس رکھا گیا ہے، جس میں انہیں اسلام، اس کی تعلیمات اور مسلمانوں کے ساتھ روابط و تعلقات پر مبنی خصوصی تربیت دی جائے گی، نیز مذکورہ بورڈ کی جانب سے ہر چند ماہ کے وقفہ سے اسلامی تعلیمات کے لیکچرز کا اہتمام کیا جائے گا، جس میں فرانس کے علاوہ دیگر پڑوسی یوروپی ملکوں سے چرچ کے پادری اس میں شرکت کیا کریں گے تاکہ انہیں اسلام اور مسلمان کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

آج یہی صورت حال ہر جگہ اپنانے کی ضرورت ہے، اگر اس طرح کی کارز میٹنگیں، کانفرنسیں، سیمینار اور سمپوزیم رکھے جائیں اور ان میں خاص طور پر غیروں کی شرکت کو یقینی بنائی جائے اور ان کے سامنے اسلام اور رسول اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کی جائے تو ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی بہت سی غلط فہمیاں دور ہوں گی اور اسلام و مسلمانوں کے تعلق سے ان کے ذہن صاف ہو جائیں گے اور دعوتی کاز کو بڑا فروغ ملے گا۔ ان شاء اللہ

☆☆☆☆☆

قرآن مجید سے شغف کی چند تاریخی مثالیں

ہماری اسلامی تاریخ صحابہ کرامؓ اور ائمہ اسلام کے قرآن مجید سے تعلق اور اس میں تفکر و تدبر کی مثالوں سے بھری پڑی ہے، یہاں پر صرف چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

☆ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑے رقیق القلب تھے، قرآن پڑھتے وقت آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکتے تھے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، وفات کے وقت بھی سورۂ یوسف کی آیت: ﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾ زبان پر تھی جب ان کی روح نکلی۔

☆ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان کے والد حضرت عمرؓ پر صبح کی نماز میں ایسا گریہ طاری ہوا کہ میں نے ان کی ہچکی کی آواز تین صفوں کے پیچھے سنی۔

☆ حضرت علیؓ کو بھی قرآن سے ایسا ہی شغف تھا۔

☆ امام محمدؒ اور ابن عساکرؒ کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کہتے تھے کہ تمہارے دل پاک ہو جائیں تو تم کو کبھی کلام اللہ سے سیری نہ ہو، میں نہیں چاہتا کہ میری عمر میں کوئی ایسا دن گزرے جس میں مجھے قرآن دیکھ کر پڑھنے کی نوبت نہ آئی ہو۔ جس وقت حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی، آپؓ سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے، ماتھے سے خون کا فوارہ پھوٹا اور قرآن پر خون ٹپکنے لگا اور جب خون بہتا ہوا قرآن کی آیت: ﴿فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ (اطمینان رکھو کہ ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لیے کافی ہے وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے) پر پہنچا تو خون رک گیا۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے شب و روز قرآن پر تدبر میں گزرتے، جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک نے ان کو کہتے ہوئے سنا: کیا مبارک چہرے ہیں جو نہ آدمیوں کے ہیں نہ جنوں کے، اس کے بعد سورۂ قصص کی یہ آیت تلاوت کی اور آپ کی روح پرواز کر گئی: ﴿تِلْکَ الدَّارُ الْآخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوّاً فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَاداً وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾. [آیت/۸۳] (وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیں گے جو زمین پر اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی صرف پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے)۔

☆ امام ابن تیمیہؒ قرآن مجید کی تفسیر پر تدبر کرتے ہوئے جب کسی مشکل مقام پر پہنچتے تو جنگلوں میں نکل جاتے اور خاک پر اپنی پیشانی رگڑ کر اللہ تعالیٰ سے شرح صدر کے لیے دعا کرتے۔

☆ سید قطب شہیدؒ نے جو تفسیر قرآن (فی ظلال القرآن) لکھی ہے، اس میں ان کی والدہ کی قرآن سے بے پناہ محبت کا بہت کچھ دخل ہے۔ سید قطب اپنی کتاب ”التصویر الفنی فی القرآن“ کا انتساب اپنی والدہ محترمہ کی طرف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اے میری ماں! گاؤں میں رمضان کے پورے مہینے جب ہمارے گھر قراء حضرات قرآن کی دل نشیں انداز میں تلاوت کیا کرتے تو تو گھنٹوں کان لگا کر (اور اس کے معانی سمجھ کر) پوری محویت کے ساتھ پردے کے پیچھے سے سنا کرتی تھی، میرا دل الفاظ کے ساحرانہ لحن سے محظوظ ہوتا، اگرچہ میں اس وقت مفہوم سے ناواقف تھا، اے ماں! تیرا ننھا بچہ، تیرا جواں لخت جگر آج تیری تعلیم و تربیت کے طویل محنت کا ثمرہ تیری خدمت میں پیش کر رہا ہے“۔

☆☆☆.

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845
Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
پروپرائٹر: محمد اسلم
گڑبڑجھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18
E-mail: hajisafiullahjeweller@gmail.com

پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
جوتے والی گلی امین آباد
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین ”تعمیر حیات“ سے گزارش ہے کہ ”تعمیر حیات“ کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

Phone: 0522-3058047
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لیے شاندار ذخیرہ تشریف لائیں
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
55, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara
FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27
Vol. No. 50 Issue No.13

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in
10 May, 2013

Booking Open

SAITECH GRACE
An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK / 3 BHK & 4BHK
Premium Flats Available
at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000,
9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com

Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

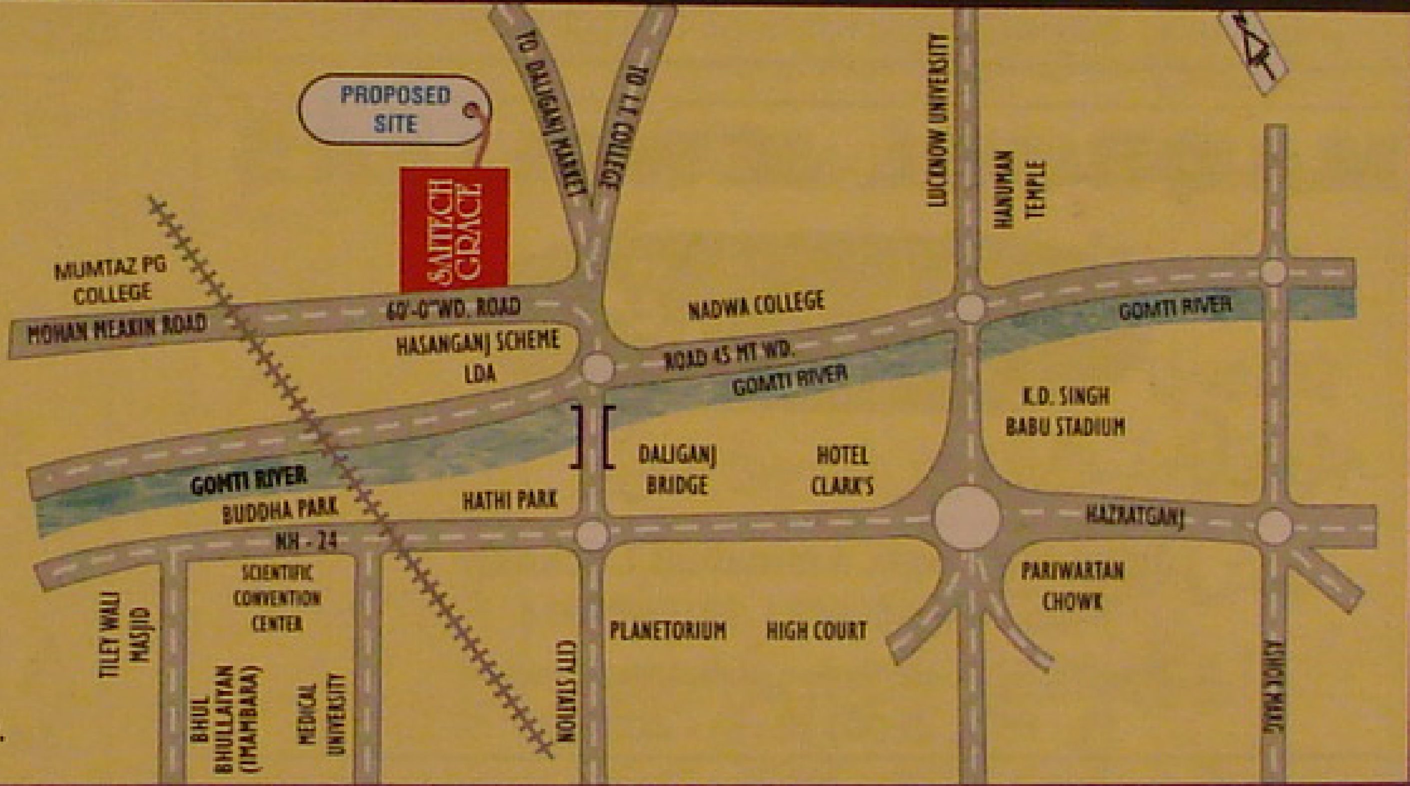

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

خوشبودار عطریات

______ : کی ایک قابل اعتماد دوکان : ______

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

IZHARSON PERFUMERS **اظہارسن پرفیومرس**

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085